خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

سوموار 15 نومبر 2021ء | 09 ربیع الثانی 1443 ہجری قمری | 15 نبوت 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:271

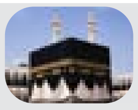

ارشاد باری تعالیٰ

فَتَعٰلَی اللّٰہُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ ۚ وَ لَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یُّقۡضٰۤی اِلَیۡکَ وَحۡیُہٗ ۫ وَ قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ﴿۱۱۵﴾

(طٰہٰ : 115)

ترجمہ: پس اللہ سچا بادشاہ ہے، بہت رفیع الشان ہے، پس قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر پیشتر اس کے کہ اس کی وحی تجھ پر مکمل کر دی جائے۔ اور یہ کہا کر کہ اے میرے رب مجھے علم میں بڑھا دے۔

فرمان خلیفہ وقت

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ یعنی چھوٹی عمر سے لے کے، بچپنے سے لے کے آخری عمر تک جب تک قبر میں پہنچ جائے انسان علم حاصل کرتا رہے۔ تو یہ اہمیت ہے اسلام میں علم کی۔ پھر اس کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ لگا لیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم یا دعا پر سب سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا۔ اور آپؐ عمل کرتے تھے، اللہ تعالیٰ تو خود آپؐ کو علم سکھانے والا تھا اور قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب بھی آپ پر نازل فرمائی جس میں کائنات کے سربستہ اور چھپے ہوئے رازوں پر روشنی ڈالی جس کو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شاید سمجھ بھی نہ سکتا ہو۔ پھر گزشتہ تاریخ کا علم دیا، آئندہ کی پیش خبریوں سے اطلاع دی لیکن پھر بھی یہ دعا سکھائی کہ یہ دعا کرتے رہیں کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ بہرحال ہر انسان کی استعداد کے مطابق علم سیکھنے کا دائرہ ہے اور اس دعا کی قبولیت کا دائرہ ہے۔ وہ راز جو آج سے پندرہ سو سال پہلے قرآن کریم نے بتائے آج تحقیق کے بعد دنیا کے علم میں آ رہے ہیں۔ یہ باتیں جو آج انسان کے علم میں آ رہی ہیں اس محنت اور شوق اور تحقیق اور لگن کی وجہ سے آ رہی ہیں جو انسان نے کی۔ آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیئے گئے ہیں۔ اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا۔ تو اس کے لئے کوشش اور علم حاصل کرنے کا شوق اور دعا کہ اے میرے اللہ! اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا، بہت ضروری ہے۔

(خطبہ جمعہ 18 جون 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

دربارِ خلافت

مصطفیٰؐ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت (منظوم)

خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

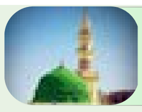

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

فضیلت علم و معلّم

ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان علم حاصل کرے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔

(سنن ابن ماجہ، المقدمہ باب ثواب معلم الناس الخیر)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم حاصل کرو، علم حاصل کرنے کے لئے وقار اور سکینت کو اپناؤ۔ اور جس سے علم سیکھو اس کی تعظیم تکریم اور ادب سے پیش آؤ۔

(الترغیب والترھیب، جلد نمبر 1 صفحہ 78 باب الترغیب فی اکرام العلماء واجلالھم وتوقیرھم بحوالہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

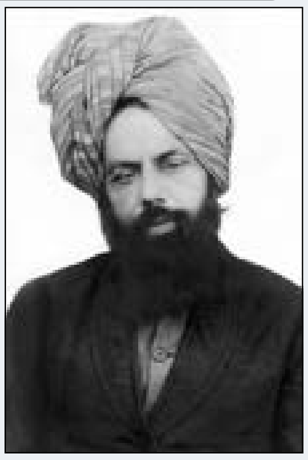

تکمیل عملی بدوں تکمیل علمی محال ہے

’’دین تو چاہتا ہے مصاحبت ہو پھر مصاحبت سے گریز ہو تو دینداری کے حصول کی امید کیوں رکھتا ہے؟ ہم نے بارہا اپنے دوستوں کو نصیحت کی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ بار بار یہاں آکر رہیں اور فائدہ اٹھائیں مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ لوگ ہاتھ میں ہاتھ دے کر دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں۔ مگر اس کی پروا کچھ نہیں کرتے۔ یاد رکھو! قبریں آوازیں دے رہی ہیں اور موت ہر وقت قریب ہوتی جاتی ہے۔ ہر ایک سانس تمہیں موت کے قریب کرتا جاتا ہے اور تم اسے فرصت کی گھڑیاں سمجھتے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا مومن کا کام نہیں ہے۔ جب موت کا وقت آ گیا پھر ساعت آگے پیچھے نہ ہو گی۔ وہ لوگ جو اس سلسلے کی قدر نہیں کرتے اور انہیں کوئی عظمت اس کی معلوم ہی نہیں ان کو جانے دو۔ مگر ان سب سے بڑھ کر بدقسمت اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا تو وہ ہے جس نے اس سلسلے کو شناخت کیا اور اس میں شامل ہونے کی فکر کی لیکن اس نے کچھ قدر نہ کی۔ وہ لوگ جو یہاں آکر میرے پاس کثرت سے نہیں رہتے اور ان باتوں سے جو خدا تعالیٰ ہر روز اپنے سلسلے کی تائید میں ظاہر کرتا ہے نہیں سنتے اور دیکھتے، وہ اپنی جگہ پر کیسے ہی متقی اور پرہیزگار ہوں مگر میں یہی کہوں گا کہ جیسا چاہئے انہوں نے قدر نہیں کی۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تکمیل علمی کے بعد تکمیل عملی کی ضرورت ہے۔ پس تکمیل عملی بدوں تکمیل علمی کے محال ہے اور جب تک یہاں آکر نہیں رہتے تکمیل علمی مشکل ہے‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 193، ایڈیشن 1984ء)

دربارِ خلافت

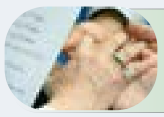

’’مَیں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا! یہ کیا حال ہے؟ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے؟‘‘

(حضرت مسیح موعودعلیہ السلام)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مزید فرماتے ہیں:

ہم جلسے میں شامل ہونے آئے ہیں تا کہ اپنی روحانی ترقی کے سامان کریں۔ پس جہاں پر شامل ہونے والا اپنی عبادتوں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کی طرف نظر رکھے، وہاں یہ بھی دیکھے کہ جہاں عبادتوں، نمازوں، دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کی طرف آپ توجہ کریں گے، وہاں آپس کی محبت اور تعلق اور ہمدردی کی طرف توجہ کرتے ہوئے اپنے جائزے لیں، ورنہ آپ ایک ایسی جگہ تو آ گئے جہاں لوگوں کا اکٹھ ہے، اجتماع ہے۔ ایسی جگہ تو آپ آ گئے جہاں آپ کے عزیز رشتے دار اور بعض ہم مزاج لوگ آئے ہوئے ہیں۔ ایک ایسی جگہ تو آپ آ گئے جہاں بعض علمی اور شاید تربیتی تقاریر سے آپ حظ بھی اُٹھالیں۔ آپ اُس سے لطف اندوز بھی ہو جائیں گے لیکن جو مقصد ہے اُسے حاصل کرنے والے نہیں بن سکیں گے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حقوق العباد اور خاص طور پر اپنے بھائیوں سے ہمدردی کی طرف بہت توجہ دلائی ہے۔ (انتظامیہ مجھے یہ بھی بتادے کہ آخر میں آواز کی جو گونج واپس آ رہی ہے تو کیا وہاں لوگوں کو آواز پہنچ بھی رہی ہے کہ نہیں؟ چیک کر کے بتائیں)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ایک مرتبہ بعض حالات اور ایک حصہ جماعت کے رویے کی وجہ سے جلسہ سالانہ ملتوی فرمایا تو فرمایا:

’’مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہدِ توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور اُنہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے۔ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلداول صفحہ 361 اشتہار ’’التوائے جلسہ 27دسمبر 1893ء‘‘ اشتہار نمبر 117)

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’مَیں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا! یہ کیا حال ہے؟ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے؟ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اُس سے بلندی چاہتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہوسکتا جبتک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے‘‘۔ آپ نے فرمایا: ’’جب تک خدا تعالیٰ ہماری جماعت میں اپنے خاص فضل سے کچھ مادّہ رِفق اور نرمی اور ہمدردی اور جفاکشی کا پیدا نہ کرے، تب تک یہ جلسہ قرینِ مصلحت معلوم نہیں ہوتا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلداول صفحہ 361-362 اشتہار ’’التوائے جلسہ 27دسمبر 1893ء‘‘ اشتہار نمبر 117)

پس دیکھیں افرادِ جماعت کے آپس کے پیار، محبت اور ہمدردی اور ایک دوسرے کی خاطر قربانی کے جذبات اور احساسات نہ ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کس قدر دُکھ، رنج اور تکلیف کا اظہار فرما رہے ہیں اور سزا کے طور پر جلسہ بھی ملتوی فرما دیا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ انتظامات کی کمی اور وسائل کی کمی کی وجہ سے جلسہ نہ کروایا، حالانکہ اس کے پیچھے ہمدردی کی کمی اور بعض لوگوں کی طرف سے اپنے بھائیوں کے لئے تکبر کا وہ اظہار ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شدید تکلیف میں مبتلا کر دیا۔

مجھے یاد ہے کہ چند سال پہلے مَیں نے یہاں جرمنی میں ایک ہنگامی شوریٰ بلائی تھی تو وہاں جب جلسے کے معاملات پیش ہوئے تو ایک صاحب نے جو بات کی اُس سے مجھے تأثر ملا کہ شاید اُن کے خیال میں یا اور لوگوں کے خیال میں بھی ایک سال جلسہ کا التواء یا نہ ہونا وسائل کی کمی کی وجہ سے تھا حالانکہ یہ وسائل کی کمی ایک ضمنی چیز تھی، اصل چیز وہ دُکھ تھا جو ایک دوسرے کے لئے ہمدردی کا جذبہ نہ رکھنے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا تھا۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ ایک دوسرے کے لئے ہمدردی کے جذبات نہ رکھنا، ایک دوسرے کی عزت اور احترام نہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ہر احمدی کو جب وہ دوسرے کے حقوق ادا نہیں کر رہا ہوتا یا کسی سے ہمدردی کے جذبات نہیں رکھتا، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فقرے کو سامنے رکھنا چاہئے کہ میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے؟ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے؟

جیسا کہ مَیں نے کہا تھا اس جلسے کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا نہیں بلکہ حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے بھی پاک تبدیلی پیدا کرنا ہے اور یہ ضروری ہے۔

(خطبہ جمعہ یکم جون 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

مصطفےؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو! دیکھو! سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لیے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفےؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 224 مطبوعہ 1893ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 12؍نومبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

☆… حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا راستہ چھوڑ دیا تو میں دونوں سے منزل میں نہیں مل سکوں گا

☆… رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرؓ! شیطان بھی تجھ سے ڈرتا ہے۔فرمایا: اللہ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری کر دیا

☆… حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا جو عمرؓ سے بہتر ہو

☆… رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد عمرؓ بن خطاب جہاں ہو گا حق اُس کے ساتھ رہے گا

☆…5 مرحومین مکرم کامران احمد صاحب شہید آف پشاور، ڈاکٹر مرزا نبیر احمد صاحب اور ان کی اہلیہ مکرمہ عائشہ عنبر سیّد آف امریکہ، مکرم چودھری نصیر احمد صاحب آف کراچی اور مکرمہ سرداراں بی بی صاحبہ آف دارالرحمت غربی ربوہ کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔراشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 12؍ نومبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت حفصہؓ نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ سے کہا کہ اللہ نے رزق کو وسیع کیا ہے اور آپؓ کو فتوحات کے علاوہ کثرت سے مال بھی عطا کیا ہے تو کیوں نہ آپؓ زیادہ نرم غذا کھایا کریں اور زیادہ نرم لباس پہنا کریں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا جہاں تک مجھ میں طاقت ہو گی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کی زندگیوں کی سختی میں شامل رہوں گا تا کہ ان دونوں کی راحت کی زندگی میں بھی شریک ہو جاؤں۔حضرت عکرمہ بن خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ اور لوگوں نے بھی حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر آپؓ زیادہ عمدہ غذا کھائیں تو حق کے لیے کام کرنے پر آپؓ زیادہ قوی ہو جائیں گے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا راستہ چھوڑ دیا تو میں ان دونوں سے منزل میں نہیں مل سکوں گا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ خوف وخطر میں سادگی کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے ہدایت کی تھی کہ ایک سے زیادہ سالن استعمال نہ کیا جائے۔ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے سِرکہ اور نمک رکھا گیا تو آپؓ نے کہا یہ دو سالن ہیں۔حضرت عمرؓ کا یہ فعل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں انتہا کا پہلو ہے۔حضرت مصلح موعودؓ نے بھی تحریک جدید کا اعلان کرتے ہوئے مطالبہ کیا تھا کہ ہر احمدی یہ اقرار کرے کہ وہ آج سے صرف ایک سالن استعمال کرے گا تا کہ احباب جماعت اپنے خرچ کم کرکے چندے دے سکیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے عبد الرحمٰن بننے کے لیے دو شرائط بیان فرمائیں۔ اوّل اپنے مال میں اسراف نہ کرے۔دوم اُس کا کھانا قوت طاقت اور بدن کو قائم رکھنے کے لیے اور پہننا بدن کو ڈھانکنے اور محفوظ رکھنے کے لیے ہو۔حضرت عمرؓ ایک دفعہ ملک شام گئے تو وہاں بعض صحابہ کو ریشمی کپڑے پہنے دیکھ کر بہت بُرا منایا۔اس پر ایک صحابی نے اُس کے نیچے موٹی اون کا سخت کرتہ پہنا ہوا دکھا کر بتایا کہ ہم نے اپنے لباسوں کو ملکی سیاست کے طور پر بدلا ہے کیونکہ یہاں کے لوگ شان و شوکت سے رہنے والے اُمراء کو دیکھنے کے عادی ہیں۔تُستر کی فتح کے وقت فارسی سپہ سالار ہرمزان کو جب حضرت عمرؓ کے سامنے ریشمی لباس میں بھیجا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔ جب تک ہرمزان کا زرق برق لباس اور زیورات نہ اُتارے گئے حضرت عمرؓ نے اُس سے بات نہ کی۔

حضرت عمرؓ کی عاجزی اور تقویٰ کے معیار کا یہ عالم تھا کہ مختلف وفود اطاعت کرتے ہوئے آئے تو دل میں بڑائی کا احساس توڑنے کے لئے پانی کا مشکیزہ اپنے کندھے پر اُٹھا کر لے گئے۔ مکہ سے واپسی پر ضجنان کی گھاٹیوں میں رُکے تو فرمایا کہ مجھے اس جگہ پر وہ وقت بھی یاد ہے جب اپنے والد کے اونٹوں پر ایک مرتبہ لکڑیاں لے کر جاتا تھا اور دوسری مرتبہ گھاس جبکہ آج میرا یہ حال ہے کہ میں ایک وسیع وعریض علاقے کا حاکم ہوں۔ایک دفعہ حج سے آتے ہوئے ایک درخت کے پاس کھڑے ہو گئے۔فرمایا کہ ایک وقت تھا جب میں اپنے ایک اونٹ کو چراتا تھا اور اس درخت کے نیچے لیٹنے پر میرے والد نے مجھے بہت ڈانٹ ڈپٹ کی تھی اور اب یہ وقت ہے کہ کئی لاکھ آدمی میرے اشارے پر جان دینے کو تیار ہیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا تو خدا تعالیٰ نے مجھے یہ درجہ دیا۔اس قسم کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے صحابہ نے وہ درجہ اور علم پایا جو کسی کو حاصل نہ تھا۔

جبیر بن نفیرؓ سے روایت ہے کہ ایک جماعت نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا اللہ کی قسم! ہم نے کسی شخص کو آپؓ سے زیادہ انصاف کرنے والا، حق گو اور منافقین پر سختی کرنے والا نہیں دیکھا۔عوف بن مالکؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمرؓ سے بہتر حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عوفؓ نے سچ بولا۔ اللہ کی قسم! ابوبکرؓ مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہیں اور میں اپنے گھر والوں کے اونٹوں سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سمیت ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ اُٹھ کر چلے گئے اور آپؐ کی واپسی میں دیر ہوگئی۔ مجھے فکر ہوئی تو آپؐ کو ڈھونڈتے ہوئے ایک باغ میں پایا۔ آپؐ نے مجھے اپنے جوتے دیے اور فرمایا جو کوئی اس باغ کے پرے تمہیں ملے اور دل میں یقین رکھتے ہوئے یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تو اُسے جنت کی بشارت دے دو۔سب سے پہلے مجھے حضرت عمرؓ ملے انہوں نے یہ سُنتے ہی مجھے واپس بھیجا اور ساتھ ہی خود بھی آ پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ایسا نہ کیجیے کیونکہ لوگ صرف اسی پر بھروسہ کرنے لگ جائیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ وہ نیکیوں کے احکامات پر عمل کریں تا کہ حقیقی مومن بن سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کرنے کی اجازت فرمائی۔

حضرت سعد بن وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ قریش کی کچھ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی آواز میں باتیں کر رہی تھیں۔حضرت عمرؓ کے آنے پر ڈر کے مارے جلدی سے پردے میں چلی گئیں۔حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حبشہ کی ایک عورت ناچ کر کرتب دکھا رہی تھی۔ میں بھی اپنی ٹھوڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھ کر دیکھنے لگی۔حضرت عمرؓ آئے تو لوگ بھاگ گئے۔حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام لونڈی منت ماننے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے دف بجانے لگی۔حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ آئے پھر بھی دف بجاتی رہی لیکن حضرت عمرؓ کے آنے پر دف بجانا بند کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرؓ! شیطان بھی تجھ سے ڈرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری کر دیا۔حضرت ابن عباسؓ اپنے بھائی فضل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عمر بن خطابؓ میرے ساتھ ہوتا ہے جہاں میں پسند کرتا ہوں اور میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں جہاں وہ پسند کرتا ہے اور میرے بعد عمر بن خطابؓ جہاں ہو گا حق اُس کے ساتھ رہے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ معاہدہ کے باوجود مکہ والوں کی غداری پر اُن سے مقابلے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں تو روز دعائیں کرتا تھا کہ ہم آپؐ کی حفاظت میں کفار سے لڑیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قول صادق عمرؓ کی زبان سے ہی زیادہ جاری ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ میں بیٹھے ہوتے تو کوئی بھی اپنی نگاہ آپؐ کی طرف نہیں اٹھاتا تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آپؐ کو دیکھتے اور مسکراتے اور آپؐ ان دونوں کو دیکھتے اور مسکراتے۔عبداللہ بن حنطبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھ کر فرمایا یہ دونوں کان اور آنکھ ہیں ۔حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا جو عمرؓ سے بہتر ہو۔حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرنا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو وزیر اور زمین والوں میں سے بھی دو وزیر ہوتے ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرئیل اور میکائیل اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا کہ اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ ہیں۔

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے آئندہ بھی انشاء اللہ بیان ہو گا۔

حضور انور نے آخر میں مکرم کامران احمد صاحب آف پشاور کی شہادت، مکرم ڈاکٹر مرزا نبیر احمد اور ان کی اہلیہ مکرمہ عائشہ عنبر سیّد کی امریکہ میں ایک حادثے میں وفات اور مکرم چودھری نصیر احمد صاحب کراچی اور مکرمہ سرداراں بی بی صاحبہ دارالرحمت غربی ربوہ کی وفات پر ان سب کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کی جماعتی خدمات کا بھی تذکرہ فرمایا اور بعد نماز جمعہ ان کے نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان بھی فرمایا۔

☆…☆…☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 22/ اکتوبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

خدا کی قسم! مجھے تو یہ پسند ہے کہ مَیں اس طرح نجات پا جاؤں کہ لَا عَلَیَّ وَلَا لِیَ کہ نہ مجھ پر کچھ عذاب ہو اور نہ میرے لیے کوئی ثواب یا جزا ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

حضرت عمرؓ کی سیرت سے بعض واقعات نیز حضرت عمرؓ کے بارے میں صحابہ کرامؓ اور بعض مستشرقین کے تاثرات کا بیان

پانچ مرحومین: صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب، مکرمہ کلارا صاحبہ اہلیہ رولان سائن بائیف صاحب سابق امیر جماعت قزاقستان، وِنگ کمانڈر عبدالرشید صاحب، مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ کریم احمد نعیم صاحب آف امریکہ اور مکرم حفیظ احمد گھمن صاحب کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

گذشتہ خطبہ میں مَیں نے حضرت عمرؓ کی شہادت کے ضمن میں

حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے باہمی الجھاؤ کا ذکر

کیا تھا اور جس طرح وہ روایت بیان کی گئی تھی، یہ بھی بتایا تھا کہ ایک روایت ہے، اور اللہ بہتر جانتا ہے کہاں تک یہ سچی ہے، کہ ان کی آپس میں لڑائی ہوئی۔ اس بارہ میں مزید تحقیق کے بعد جو باتیں سامنے آئی ہیں وہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ ایک جگہ یہ بھی ذکر ملا ہے کہ حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ جب حضرت عثمانؓ سے الجھے ہیں تو اس وقت تک ابھی حضرت عثمانؓ خلافت کے مسند پر فائز نہیں ہوئے تھے۔ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ عُبید اللہ کا ارادہ تھا کہ وہ آج مدینہ کے کسی قیدی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ مہاجرین اوّلین ان کے خلاف اکٹھے ہو گئے اور انہیں روکا اور انہیں دھمکی دی تو وہ مہاجرین کو بھی خاطر میں نہ لائے اور انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں انہیں یعنی جتنے بھی قیدی ہیں، غلام ہیں، ضرور قتل کروں گا۔ حتیٰ کہ عمرو بن عاصؓ ان کے ساتھ مسلسل لگے رہے یہاں تک کہ انہوں نے تلوار عمرو بن عاصؓ کے حوالے کر دی۔ پھر سعد بن ابی وقاصؓ سمجھانے کے لیے ان کے پاس آئے تو ان سے بھی عُبید اللہ بن عمرؓ نے لڑائی کی۔ جیسا کہ بیان ہوا تھا کہ حضرت عثمانؓ سے لڑائی ہوئی اور لوگوں نے بیچ بچاؤ کروایا۔ اس ضمن میں یہ ذکر ملتا ہے کہ جب یہ واقعہ ہوا تو ابھی حضرت عثمانؓ کی بیعت نہیں کی گئی تھی۔ یعنی حضرت عثمانؓ اس وقت تک خلیفہ منتخب نہیں ہوئے تھے جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ (ماخوذ از سیرت عمر فاروقؓ از محمد رضا (مترجم) صفحہ 342-343 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور 2010ء)

اسی طرح یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ حضرت عُبید اللہ کو اس کے بعد قید بھی کر لیا گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی بیعت کے بعد جب خلافت پہ متمکن ہوئے تو حضرت عُبید اللہ کو حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو امیر المومنین نے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ مجھے اس شخص کے بارے میں رائے دو جس نے اسلام میں رخنہ ڈالا ہے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ اسے چھوڑنا انصاف سے بعید ہے، میری رائے میں اس کو یعنی عُبید اللہ بن عمرؓ کو قتل کرا دینا چاہیے لیکن بعض مہاجرین نے اس رائے کو ناقابلِ برداشت، شدت اور سختی پر محمول کیا اور کہا کہ کل عمرؓ قتل کیے گئے اور آج ان کا بیٹا قتل کر دیا جائے۔ اس اعتراض نے حاضرین کو مغموم کر دیا اور حضرت علیؓ بھی خاموش رہے لیکن بہرحال پھر حضرت عثمانؓ نے چاہا کہ حاضرین میں سے کوئی شخص اس نازک صورت حال سے عہدہ برا ہونے کی کوئی راہ نکالے، مشورہ دے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے آپؓ کو اس سے معاف رکھا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپؓ مسلمانوں کے امیر نہیں تھے اور چونکہ یہ واقعہ آپؓ کے عہد خلافت میں نہیں ہوا اس لیے آپؓ پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی لیکن حضرت عثمانؓ ان کی اس رائے سے مطمئن نہیں ہوئے اور بہتر یہی سمجھا کہ خون بہا ادا کیا جائے۔ چنانچہ فرمایا: میں ان مقتولین کا ولی ہوں اس لیے خون بہا مقرر کر کے اپنے مال سے ادا کروں گا۔ (ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 881-882 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور) اس بارے میں ایک یہ رائے ہے۔

تاریخ طبری کے مطابق حضرت عثمانؓ نے حضرت عُبید اللہ کو ہرمزان کے بیٹے کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ اپنے باپ کے بدلے میں قصاص کے طور پر قتل کر دے لیکن بیٹے نے معاف کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے اور ایک مسئلہ کے حل کے بیان میں اس کی تفصیل میں لکھا ہے جو میں ایک گذشتہ خطبہ میں بیان کر چکا ہوں تاہم یہاں وضاحت کے لیے دوبارہ بیان کرتا ہوں کہ

کیا مقتول کافر معاہد کے بدلے میں مسلمان قاتل کو سزا دی جا سکتی ہے؟

معاہد کافر کے بدلے میں مسلمان قاتل کو سزا دی جا سکتی ہے کہ نہیں؟

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ طبری میں قُمَاذُبَان بن ہُرمُزَان اپنے والد کے قتل کا واقعہ بیان کرتا ہے۔ ہرمزان ایک ایرانی رئیس اور مجوسی المذہب تھا اور حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے قتل کی سازش میں شریک ہونے کا شبہ اس پر کیا گیا تھا۔ اس پر بلا تحقیق جوش میں آ کر عُبید اللہ بن عمرؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ وہ بیٹا کہتا ہے کہ ایرانی لوگ مدینہ میں ایک دوسرے سے ملے جلے رہتے تھے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ دوسرے ملک میں جا کر وطنیت نمایاں ہو جاتی ہے۔ ایک دن فیروز قاتل جو حضرت عمرؓ کا تھا میرے باپ سے ملا اور اس کے پاس ایک خنجر تھا جو دونوں طرف سے تیز کیا ہوا تھا۔ میرے باپ نے (یہ ہُرمُزان کا بیٹا بیان کر رہا ہے) کہ میرے باپ نے اس خنجر کو پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ اس ملک میں تُو اس خنجر سے کیا کام لیتا ہے یعنی یہ ملک تو امن کا ملک ہے۔ اس میں ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس سے اونٹ ہنکانے کا کام لیتا ہوں۔ جب وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے تو اس وقت کسی نے ان کو دیکھ لیا اور جب حضرت عمرؓ مارے گئے تو اس نے بیان کیا کہ میں نے خود ہُرمُزان کو یہ خنجر فیروز کو پکڑاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اِس پر عُبید اللہؓ حضرت عمرؓ کے چھوٹے بیٹے نے جا کر میرے باپ کو قتل کر دیا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور عُبید اللہ کو پکڑ کر میرے حوالے کر دیا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! یہ تیرے باپ کا قاتل ہے اور تُو ہماری نسبت اس پر زیادہ حق رکھتا ہے۔ پس جا اور اس کو قتل کر دے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور شہر سے باہر نکلا۔ راستہ میں جو شخص مجھے ملتا میرے ساتھ ہو جاتا لیکن کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا۔ وہ مجھ سے صرف اتنی درخواست کرتے تھے کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ پس میں نے سب مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا میرا حق ہے کہ میں اسے قتل کر دوں؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں تمہارا حق ہے اسے قتل کر دو، اور عُبید اللہ کو بھلا برا کہنے لگے کہ اس نے ایسا بُرا کام کیا ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کو حق ہے کہ اسے مجھ سے چھڑا لو؟ انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں اور پھر عُبید اللہ کو برا بھلا کہا کہ اس نے بلا ثبوت اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ اس پر میں نے خدا اور ان لوگوں کی خاطر اس کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں نے فرطِ

مسرت سے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور خداتعالیٰ کی قسم میں اپنے گھر تک لوگوں کے سروں اور کندھوں پر پہنچا اور انہوں نے مجھے زمین پر قدم تک نہیں رکھنے دیا۔ اس روایت سے ثابت ہے کہ صحابہ کا طریق عمل بھی یہی رہا ہے کہ وہ غیر مسلم کے مسلم قاتل کو سزائے قتل دیتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خواہ کسی ہتھیار سے کوئی شخص مارا جائے وہ مارا جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قاتل کو گرفتار کرنے والی اور اس کو سزا دینے والی حکومت ہی ہے کیونکہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ عُبید اللہ بن عمرؓ کو گرفتار بھی حضرت عثمانؓ نے ہی کیا اور اس کو قتل کے لیے ہُرمُزان کے بیٹے کے سپرد بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔ نہ ہرمزان کے کسی وارث نے اس پر مقدمہ چلایا اور نہ گرفتار کیا۔

اس جگہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس شبہ کا ازالہ بھی کر دینا ضروری ہے کہ قاتل کو سزا دینے کے لیے آیا مقتول کے وارثوں کے سپرد کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے کیا یا خود حکومت کو سزا دینی چاہیے۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ معاملہ ایک جزوی معاملہ ہے اس لیے اس کو اسلام نے ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق عمل کرنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ قوم اپنے تمدن اور حالات کے مطابق جس طریق کو زیادہ مفید دیکھے اختیار کرسکتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں طریق ہی خاص خاص حالات میں مفید ہوتے ہیں۔
(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 359 تا 361)

یہ وضاحت کرنے کے بعد اب میں

حضرت عمرؓ کے کچھ اور واقعات

کا ذکر کرتا ہوں۔ وفات کے وقت حضرت عمرؓ کے الحاح اور عجز و انکسار کا کیا حال تھا؟ اس بارے میں ان کے بیٹے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا کہ میرے کفن میں میانہ روی سے کام لینا۔ اگر اللہ کے پاس میرے لیے خیر ہوگی تو مجھے اس سے اچھے لباس سے بدل دے گا۔ اگر میں اس کے سوا ہوں گا تو مجھ سے چھین لے گا اور چھیننے میں تیزی کرے گا اور یہ بھی کہ میری قبر کے متعلق بھی میانہ روی سے کام لینا۔ اگر اللہ کے پاس میرے لیے اس میں خیر ہے تو اس کو اتنا وسیع کر دے گا جہاں تک میری نظر جائے گی اور اگر میں اس کے سوا ہوا تو وہ اسے مجھ پر تنگ کر دے گا کہ میری پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اور پھر میرے جنازے کے ساتھ کسی عورت کو نہ لے کر جانا۔ میری ایسی تعریف نہ بیان کرنا جو مجھ میں نہیں ہے کیونکہ اللہ مجھے زیادہ جانتا ہے۔ اور جب تم مجھے لے جانے لگو تو چلنے میں جلدی کرنا۔ اگر میرے لیے اللہ کے پاس خیر ہے تو تم مجھے اس چیز کی طرف بھیجتے ہو جو میرے لیے زیادہ بہتر ہے اور اگر اس کے سوا ہو تو تم اپنی گردن سے اس شر کو ٹال دو گے جو تم اٹھائے ہوئے ہو۔
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 273- دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اس کے علاوہ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ مجھے مِسک یعنی کستوری وغیرہ سے غسل نہ دینا۔
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 279- دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا جب ان کا سر ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ران پر تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو کہا کہ میرا رخسار زمین پر رکھ دو۔ حضرت عبداللہ نے کہا میری ران اور زمین برابر ہی ہے یعنی اس میں فاصلہ ہی کتنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے دوسری یا تیسری مرتبہ کہا کہ تیرا بھلا ہو میرا رخسار زمین پر رکھ دو۔ پھر آپ (حضرت عمرؓ) نے اپنی ٹانگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملالیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے آپ (حضرت عمرؓ) کو کہتے ہوئے سنا کہ میری اور میری ماں کی ہلاکت ہوگی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ بخشا یہاں تک کہ آپؓ کی وفات ہوگئی۔
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 274-275 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت سماک حنفیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا اللہ نے آپؓ کے ذریعہ سے نئے شہر آباد کیے اور آپؓ کے ذریعہ سے بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں اور آپؓ کے ذریعہ سے فلاں فلاں کام ہوا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ

میری تو تمنا ہے کہ اس سے ایسے نجات پا جاؤں کہ
نہ میرے لیے کوئی اجر ہو اور نہ کوئی بوجھ۔

یعنی اس بات پر فخر نہیں کہ ہاں میں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں اور میرے وقت میں بڑی فتوحات ہوئی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت غالب رہے اور اپنی آخرت کی فکر تھی۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے فرمایا تم لوگ امارت کے بارے میں مجھ پر شک کرتے ہو۔ خدا کی قسم! مجھے تو یہ پسند ہے کہ میں اس طرح نجات پا جاؤں کہ لَا عَلَیَّ وَلَا لِیَ کہ نہ مجھ پر کچھ عذاب ہو اور نہ میرے لیے کوئی ثواب یا جزا ہو۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۲۶۷ ذکر ہجرۃ عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمرؓ جیسا انسان جنہوں نے اپنی ساری عمر ہی ملت اسلامیہ کے غم اور فکر میں گھلا دی۔ جنہوں نے ہر موقعہ پر اعلیٰ سے اعلیٰ قربانی کی گو عمل کے لحاظ سے ان کی قربانیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قربانیوں تک نہ پہنچیں لیکن ارادہ اور نیت کے لحاظ سے سب کی برابر تھیں۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور انہوں نے کہا: خدا تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر برکت کرے میں نے کئی دفعہ کوشش کی کہ ان سے بڑھ جاؤں مگر کبھی کامیاب نہ ہوا۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال لاؤ تو میں اپنا نصف مال لے گیا اور خیال کیا کہ آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ جاؤں گا مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچے ہوئے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چونکہ ان سے رشتہ بھی تھا اور جانتے تھے کہ انہوں نے کچھ نہیں چھوڑا ہوگا اس لئے آپؐ دریافت فرمارہے تھے کہ ابوبکرؓ! گھر کیا چھوڑا؟ انہوں نے کہا گھر میں ’’خدا اور رسولؐ کا نام چھوڑا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے اور فرماتے میں اس وقت بھی ان سے نہ بڑھ سکا۔‘‘ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ’’یہ ان کی قربانیاں تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے بھی دیتے رہتے تھے لیکن جب خاص موقعہ آیا تو سب کچھ لاکر رکھ دیا۔ ایک طرف تو یہ لوگ تھے اور ایک طرف وہ لوگ ہیں جنہیں اپنے مال کے دسویں حصہ کی قربانی کا بھی موقعہ نہیں ملتا اور کہتے ہیں ہم لٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب فوت ہونے لگے تو بار بار ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں اور کہتے خدایا میں کسی انعام کا مستحق نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہی چاہتا ہوں کہ سزا سے بچ جاؤں۔‘‘
(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 24)

پھر

تدفین اور جنازے کے بارے میں

بیان ہوتا ہے کہ آپؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے آپؓ کو غسل دیا۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ مسجد نبویؐ میں حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور حضرت صہیبؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپؓ کی نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور روضہ کے درمیان والی جگہ پر ادا کی گئی۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کو قبر میں اتارنے کے لیے عثمان بن عفانؓ، سعید بن زید، صہیب بن سنان اور عبداللہ بن عمرؓ اترے تھے۔
(الطبقات الکبریٰ المجلد الثالث صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۱، فی ذکر استخلاف عمر- دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)
(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ مجلد رابع صفحہ ۱۶۶- دار الکتب العلمیۃ- الطبعۃ الثالثۃ ۲۰۰۳ء)

ان کے علاوہ حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کا نام بھی آتا ہے۔
(سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل، مترجم صفحہ 867-868 اسلامی کتب خانہ لاہور)
(الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 169 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ’’صلحاء کے پہلو میں دفن بھی ایک نعمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ مرض الموت میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو جگہ ہے انہیں دی جاوے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار سے کام لے کر وہ جگہ ان کو دے دی تو فرمایا۔ مَابَقِیَ لِیْ ھَمٌّ بَعْدَ ذٰلِکَ۔ یعنی اس کے بعد اب مجھے کوئی غم نہیں جبکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں مدفون ہوں۔‘‘
(ملفوظات جلد 8 صفحہ 286)

ایک اور جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

’’جو شخص بکمال شوق اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے تو
وہ اسے ہرگز ضائع نہیں کرتا

خواہ دنیا بھر کی ہر چیز اس کی دشمن ہو جائے۔ اور اللہ کا طالب کسی نقصان اور تنگی کا منہ نہیں دیکھتا۔ اور اللہ

صادقوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ اللہ اکبر! ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان ہے وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے لیکن یہ مقام محض تمنا سے تو نہیں حاصل ہو سکتا اور نہ صرف خواہش سے عطا کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو بارگاہ رب العزت کی طرف سے ایک ازلی رحمت ہے اور یہ رحمت صرف انہی لوگوں کی طرف رخ کرتی ہے جن کی طرف عنایت (الٰہی) ازل سے متوجہ ہو۔''

(سرّ الخلافہ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 346۔ اردو ترجمہ سرّ الخلافہ صفحہ 78)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہونے لگے تو انہوں نے اس بات کے لئے بڑی تڑپ ظاہر کی کہ آپؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں دفن ہونے کی جگہ مل جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ اگر اجازت دیں تو مجھے آپؐ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت عمرؓ وہ انسان تھے جن کے متعلق عیسائی مؤرخ بھی لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایسی حکومت کی جو دنیا میں اَور کسی نے نہیں کی۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں'' یعنی عیسائی مؤرخین ''مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہیں۔ ایسا شخص ہر وقت کی صحبت میں رہنے والا مرتے وقت یہ حسرت رکھتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے قدموں میں'' جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا مرتے وقت بھی یہ حسرت کرتا ہے کہ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اسے جگہ مل جائے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی کہ آپؐ خدا کی رضا کے لئے کام نہیں کرتے تو کیا حضرت عمرؓ جیسا انسان اس درجہ کو پہنچ کر کبھی یہ خواہش کرتا کہ آپؐ کے قدموں میں جگہ پائے۔''

(دنیا کا محسن۔ انوار العلوم جلد 10 صفحہ 262)

پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ کی بھی خواہش ہوئی کہ آپؐ کے قدموں میں جگہ پائیں۔

حضرت عمرؓ کی وفات

حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت کیا عمر تھی؟

اس بارے میں بھی مختلف رائے ہیں۔ سن پیدائش کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ اس لیے آپؓ کی وفات کے وقت عمر کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ تاریخ طبری، اسد الغابہ، البدایۃ والنھایۃ، ریاض النظرۃ، تاریخ الخلفاء کی مختلف روایات میں آپؓ کی عمر ترپن سال، پچپن سال، ستاون سال، انسٹھ سال، اکسٹھ سال، تریسٹھ سال اور پینسٹھ سال بیان ہوئی ہے۔

(تاریخ الطبری مترجم جلد سوم حصہ اول صفحہ 211 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2003ء)
(اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۱۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(البدایۃ والنھایۃ الجزء العاشر صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۴ مطبوعہ دار ھجر ۱۹۹۸ء)
(ریاض النظرۃ صفحہ ۴۱۸-۴۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(تاریخ الخلفاء از امام جلال الدین سیوطی (مترجم) صفحہ 168 ممتاز اکیڈمی لاہور)

البتہ صحیح مسلم اور ترمذی کی روایت کے مطابق آپؓ کی عمر تریسٹھ سال بیان کی گئی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ برس تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے وقت عمر تریسٹھ برس تھی اور حضرت عمرؓ کی بھی وفات کے وقت عمر تریسٹھ برس تھی۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب کم سن النبی ﷺ یوم قبض حدیث ۶۰۹۱)
(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی سن النبی کم کان حین مات حدیث ۳۶۵۳)

حضرت عمرؓ کی وفات پر بعض صحابہ کرام کے تاثرات

کے بارے میں یہ بیان ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا جسد مبارک جنازے کے لیے رکھا گیا اور لوگ ان کے گرد کھڑے ہو گئے۔ ان کے اٹھانے سے پہلے دعا کرنے لگے۔ پھر نماز جنازہ پڑھنے لگے اور میں بھی ان میں موجود تھا تو ایک شخص نے میرا کندھا پکڑ کر چونکا دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ

حضرت علی بن ابوطالبؓ

ہیں۔ آپؓ نے حضرت عمرؓ کے لیے رحمت کی دعا کی اور کہا کہ آپؓ نے کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو آپؓ سے بڑھ کر مجھے اس لحاظ سے پیارا ہو کہ میں اس کے اعمال جیسے عمل کرتے ہوئے اللہ سے ملوں۔ بخدا میں یہی سمجھتا تھا کہ اللہ آپؓ کو بھی آپؐ کے ساتھیوں کے ساتھ ہی رکھے گا یعنی حضرت عمرؓ کو بھی آپؐ کے ساتھیوں کے ساتھ ہی رکھے گا اور میں جانتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دفعہ میں یہ سنا کرتا تھا، آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ ذَھَبْتُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ، وَدَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ۔ میں اور ابوبکر اور عمر گئے۔ مَیں اور ابوبکر اور عمر داخل ہوئے۔ مَیں اور ابوبکر اور عمر نکلے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل الصحاب النبی ﷺ باب مناقب عمر بن الخطاب حدیث ۳۶۸۵)

یعنی مختلف واقعات بیان کرتے ہوئے آپؐ یہ فقرے فرمایا کرتے تھے۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کو غسل اور کفن دے دیا گیا اور آپؓ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا تو حضرت علیؓ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر آپؓ کی تعریف فرمائی اور کہا اللہ کی قسم! مجھے اس چادر میں ڈھکے ہوئے انسان سے زیادہ رُوئے زمین پر کوئی شخص پسند نہیں کہ میں اس کے نامہ اعمال کے ساتھ خدا سے ملوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۲۸۲ ذکر ہجرۃ عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

ابو مَخْلَد سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے تھے کہ ہم نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ ہم میں افضل ہیں اور حضرت ابوبکرؓ فوت نہیں ہوئے تھے کہ ہم نے جان لیا کہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد ہم میں حضرت عمرؓ سب سے افضل ہیں۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب از ابن جوزی صفحہ ۲۱۲۔ مکتبہ مصریہ الازھر)

زید بن وَھب بیان کرتے ہیں کہ ہم

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

کے پاس آئے۔ آپ حضرت عمرؓ کا ذکر کرتے ہوئے اتنا روئے کہ آپؓ کے آنسو گرنے سے کنکر بھی تر ہو گئے۔ پھر آپؓ نے کہا حضرت عمرؓ اسلام کے لیے حصنِ حصین تھے۔ لوگ اس میں داخل ہوتے اور باہر نہ نکلتے۔ ایک مضبوط قلعہ تھے لوگ اس میں داخل ہوتے اور باہر نہ نکلتے۔ جب آپؓ کی وفات ہوئی تو اس قلعہ میں دراڑ پڑ گئی اور لوگ اسلام سے نکل رہے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰)

ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ اگر حضرت عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور باقی تمام انسانوں کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمرؓ کا پلڑا بھاری ہو گا۔ ابووائل نے کہا کہ میں نے اس کا ذکر ابراہیم سے کیا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم! ایسا ہی ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سے بھی بڑھ کر کہا کہ میں نے پوچھا کیا کہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو گئی تو انہوں نے یہ کہا کہ علم کے دس میں سے نو حصے جاتے رہے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد ۳ صفحہ ۶۵۱ عمر بن الخطابؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۰۰۳ء)

حضرت انسؓ نے کہا کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کی شہادت ہوئی تو

حضرت ابوطلحہؓ

نے کہا: عرب میں کوئی شہری یا بدوی گھر ایسا نہیں مگر اس کے گھر کو حضرت عمرؓ کی شہادت سے نقصان پہنچا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۵۔ ذکر استخلاف عمر۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰) یعنی ہر ایک کی اتنی مدد کرتے تھے کہ یقیناً ان کو نقصان پہنچے گا۔ یہ لوگ متاثر ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ

نے حضرت عمرؓ کے جنازے کے بعد حضرت عمرؓ کی چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر کہا اے عمرؓ! آپؓ کیا ہی عمدہ اسلامی بھائی تھے۔ حق کے لیے سخی اور باطل کے لیے بخیل تھے۔ رضامندی کے اظہار کے وقت آپؓ راضی ہوتے اور غصہ کے وقت آپؓ غصہ کرتے۔ پاک نظر اور عالی ظرف والے تھے۔ نہ بے جا تعریف کرنے والے تھے اور نہ ہی غیبت کرنے والے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۲۸۲ ذکر ہجرۃ عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات پر

حضرت سعید بن زیدؓ

روئے تو کسی نے کہا اے اَبُوالْاَعْوَر! آپؓ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں اسلام پر روتا ہوں۔ یقیناً

حضرت عمرؓ کی وفات سے اسلام میں ایسا رخنہ پیدا ہوگیا ہے جو قیامت تک پُر نہیں ہوگا۔

(طبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

حضرت ابن عمرؓ

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپؐ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں۔ پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان ہیں رضی اللہ عنہم۔

(سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی التفضیل حدیث:۴۶۲۸)

حضرت حذیفہؓ

نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے دَور میں اسلام کی مثال اس شخص کی طرح تھی جو مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن تھا۔ جب آپؓ کی شہادت ہوگئی تو وہ دَور پیٹھ پھیر گیا اور مسلسل پیچھے جاتا جا رہا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۵۔ ذکر استخلاف عمر۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

حضرت عمرؓ کی ازواج اور اولاد

کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ آپؓ کی مختلف وقتوں میں دس بیویاں تھیں جن میں سے نو بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ ان میں سے ایک حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ بننے کی سعادت ملی۔ حضرت زینب بنت مظعونؓ پہلی تھیں۔ یہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں۔ ان سے آپ کی اولاد عبداللہ، عبدالرحمٰن اکبر اور حضرت حفصہؓ ہیں۔ حضرت ام کلثوم بنت علی بن ابوطالبؓ: ان سے آپؓ کی اولاد زید اکبر اور رُقیّہ ہیں۔ مُلَیْکہ بنت جَرْوَل: ان کو ام کلثوم بھی کہتے ہیں۔ ان سے آپؓ کی اولاد زید اصغر اور عُبیداللہ ہیں۔ قُرَیْبَہ بنتِ ابوامیہ مخزومی: چونکہ مُلَیْکہ اور قُرَیْبَہ ایمان نہیں لائی تھیں اس لیے حضرت عمرؓ نے چھ ہجری میں ان دونوں کو طلاق دے دی تھی۔ حضرت جمیلہ بنت ثابت: ان کا نام عَاصِیَہ تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے جَمِیلہ رکھ دیا تھا۔ یہ بدری صحابی عاصم بن ثابت کی بہن تھیں۔ ان سے آپ کی اولاد عاصم ہیں۔ لُہَیَّہ سے آپ کی اولاد عبدالرحمٰن اَوْسَطْ ہیں۔ ایک اور آپؓ کی بیوی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ام ولد ہیں یعنی کہ وہ لونڈی جس سے شادی کی جاتی ہے۔ اس کی اولاد ہو تو وہ آزاد ہو جاتی ہے۔ ایک اَور ام ولد تھیں جن کے بطن سے عبدالرحمٰن اصغر پیدا ہوئے۔ حضرت ام حکیم بنت حارث سے آپؓ کی اولاد فاطمہ تھیں۔ فُکَیْھَہ سے آپؓ کی اولاد زینب تھیں۔ حضرت عاتکہ بنت زید: اِن سے آپ کی اولاد عیاض ہے۔

(الخلفاء الرشدون از محمد رضا صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۲۰۰۴ء)
(الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 404 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 1991ء)
(اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۵۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

مشہور مستشرق ایڈورڈ گبن حضرت عمرؓ کی تعریف میں لکھتا ہے

کہ حضرت عمرؓ کی پرہیزگاری اور عاجزی حضرت ابوبکرؓ کی نیکیوں سے کم نہ تھی۔ آپؓ کے کھانے میں جَو کی روٹی اور کھجوریں ہی ہوتی تھیں۔ پانی آپؓ کا مشروب تھا۔ آپؓ نے لوگوں کو تبلیغ کی اس حال میں کہ آپؓ کا چوغہ بارہ جگہوں سے پھٹا ہوا تھا۔ ایرانی گورنر جنہوں نے اس فاتح کو خراج عقیدت پیش کیا انہوں نے آپؓ کو مسجد نبوی کی سیڑھیوں پر فقیروں کے ساتھ سوتے دیکھا۔ معیشت منبع ہوتی ہے آزاد خیالی کا اور آمدنی میں اضافے کے باعث عمرؓ اس قابل ہوئے کہ مخلصین کی ماضی اور حال کی خدمات کے باعث ان کے لیے وظیفہ کا منصفانہ اور مستقل نظام قائم کرسکیں۔ اپنے وظیفہ سے بے نیاز تھے۔ آپؓ نے عباس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) کے لیے سب سے پہلا اور ضرورت کے لیے کافی پچیس ہزار درہم یا چاندی کے ٹکڑے وظیفہ مقرر کیا۔ جنگ بدر میں شامل ہونے والے بزرگ صحابہ میں سے ہر ایک کے لیے پانچ ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کو سالانہ انعام کے طور پر تین ہزار چاندی کے ٹکڑوں سے نوازا گیا۔

(The decline and fall of the Roman empire. by Edward Gibbon. vol. 3 chapter LI. page 178. London)

مائیکل ایچ ہارٹ

نے اپنی کتاب The Hundred میں تاریخ کی سو بااثر شخصیات کا ذکر کیا ہے اور پہلے نمبر پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا ہے اور اس کتاب میں باونویں نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ لکھتا ہے کہ عمر بن خطاب مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ اور غالباً مسلمانوں کے سب سے عظیم ترین خلیفہ تھے۔ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نوجوان ہم عصر اور انہی کی طرح مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپؓ کی پیدائش کا سال معلوم نہیں مگر شاید 586ء کے قریب کا زمانہ تھا۔ آغاز میں عمرؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپؐ کے نئے دین کے سب سے سخت دشمنوں میں سے تھے تاہم اچانک عمرؓ نے اسلام قبول کرلیا اور اس کے بعد اس کے مضبوط ترین حمایتیوں میں سے ہوگئے۔ سینٹ پال کے عیسائی ہونے سے اس کی مشابہت حیرت انگیز ہے۔ عمرؓ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین مشیروں میں سے ہوگئے اور آپ کی وفات تک ایسے ہی رہے۔

632ء میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اپنا جانشین نامزد کیے فوت ہوگئے۔ عمرؓ نے فوری طور پر ابوبکرؓ کے عہدہ خلافت کے لیے حمایت کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ساتھی اور خسر تھے جس کی وجہ سے اقتدار کی کشمکش ٹل گئی۔ یہ تو اپنے انداز میں لکھ رہا ہے اور یہ ماننے کو تیار نہیں کہ کس طرح لوگوں نے اکٹھے ہو کر آپؓ کو خلیفہ منتخب کیا لیکن بہرحال دنیاوی نظر سے دیکھتے ہوئے کہتا ہے کہ ان کے خسر کی بیعت کر لی جس کی وجہ سے اقتدار کی کشمکش ٹل گئی اور اس سے ابوبکرؓ اس قابل ہوئے کہ ان کو عام طور پر پہلا خلیفہ مانا گیا یعنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین۔ ابوبکرؓ ایک کامیاب راہنما تھے لیکن وہ صرف دو سال تک خلیفہ کے طور پر خدمت بجالانے کے بعد فوت ہوئے۔ البتہ انہوں نے اپنے بعد معین طور پر عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر تھے اس وجہ سے ایک دفعہ پھر اقتدار کی جنگ ٹل گئی۔ پھر یہ اس کو دنیاوی رنگ دینا چاہتا ہے۔ لیکن تعریف بہرحال کر رہا ہے۔ عمر 634ء میں خلیفہ بنے اور 644ء تک اقتدار یعنی خلافت میں رہے جب انہیں ایک فارسی غلام نے مدینہ میں شہید کر دیا۔ بسترِ مرگ پر عمرؓ نے چھ لوگوں کی ایک کمیٹی کو مقرر کیا جو ان کا جانشین منتخب کر لیں اور اس دفعہ ایک دفعہ پھر مسلح اقتدار کی جنگ کو ٹال دیا۔ اس کمیٹی نے عثمانؓ کو تیسرا خلیفہ مقرر کیا جنہوں نے 644ء سے 656ء تک حکومت کی۔

پھر یہ لکھتا ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کا ہی دس سالہ دورِ خلافت تھا جس میں عربوں نے سب سے اہم فتوحات حاصل کیں۔ آپؓ کی خلافت کے تھوڑے عرصہ ہی میں عرب فوج نے شام اور فلسطین پر حملہ کیا جو اس وقت بازنطینی سلطنت کا حصہ تھے۔ جنگ یرموک 636ء میں عربوں نے بازنطینی فوجوں کے خلاف ایسی فتح حاصل کی جس سے ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ دمشق بھی اسی سال فتح ہوا اور یروشلم نے بھی دو سال بعد ہتھیار ڈال دیے۔ 641ء تک عرب تمام فلسطین اور شام کو فتح کر چکے تھے اور موجودہ دور کے ترکی میں پیش قدمی کر رہے تھے۔ 639ء میں عرب فوجیں مصر میں داخل ہوگئیں جو کہ بازنطینی حکومت کے ہی ماتحت تھا۔ تین سال کے اندر اندر عرب مکمل طور پر مصر پر فتح پا چکے تھے۔ عراق پر عربوں کے حملے جو اس وقت فارسیوں کی ساسانی سلطنت کا ایک حصہ تھا وہ حضرت عمرؓ کے مسند خلافت پر فائز ہونے سے بھی پہلے شروع ہوچکے تھے۔ عربوں کی کلیدی فتح جنگِ قادسیہ 637ء میں کامیابی کی صورت میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ 641ء تک تمام عراق عربوں کے قبضے میں آچکا تھا اور یہیں پر بس نہیں، عرب فوجوں نے فارس پر بھی حملہ کر دیا تھا اور نہاوند کے معرکہ میں 642ء عیسوی میں انہوں نے آخری ساسانی بادشاہوں کی فوجوں کو فیصلہ کن شکست دے دی تھی۔

جس وقت عمر کی وفات ہوئی یعنی
644ء میں مغربی ایران کا بیشتر حصہ قبضہ میں آچکا تھا۔

حضرت عمرؓ کی وفات پر بھی عرب فوجوں کا جوش ماند نہ پڑا۔ مشرق میں انہوں نے جلد ہی فارس کی فتح مکمل کر لی جبکہ مغرب میں شمالی افریقہ میں قدم بڑھاتے رہے۔ پھر لکھتا ہے کہ جس قدر عمرؓ کی فتوحات کی وسعت کی اہمیت ہے اسی قدر ان فتوحات کی پائیداری بھی اہم ہے۔ اگرچہ ایران کی آبادی نے اسلام قبول کر لیا لیکن بالآخر انہوں نے عربوں کی حکمرانی سے آزادی حاصل کر لی لیکن شام، عراق اور مصر نے ایسا نہیں کیا۔ وہ یکسر عرب تہذیب میں ڈھل گئے اور آج تک یہی صورتحال ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ بلاشبہ عمرؓ کو پالیسیاں بنانی پڑیں تاکہ وہ اس عظیم سلطنت کا انتظام کرسکیں جو ان کی فوجوں نے فتح کی تھیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ عربوں کو ان علاقوں میں جو انہوں نے فتح کیے ہیں ایک خصوصی فوجی مقام حاصل ہو اور وہ مقامی لوگوں سے الگ چھاؤنیوں میں رہیں۔ محکوم لوگوں کو اپنے مسلمان فاتحین کو جو زیادہ تر عرب تھے ایک جزیہ دینا ہوتا تھا۔ باقی انہیں مکمل امن وامان حاصل تھا۔ اس کے علاوہ ان پر کوئی اور ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تھی۔ خصوصاً انہیں اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔ مندرجہ بالا بات سے یہ ثابت ہے کہ عربوں کی مہمات مقدس جنگوں سے زیادہ قومی نوعیت کی تھیں۔ اگرچہ مذہبی عنصر مکمل طور پر مفقود نہیں تھا۔ عمرؓ کی کامیابیاں بلاشبہ متاثر کن ہیں۔ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعد آپؓ اسلام کے پھیلاؤ میں کلیدی شخصیت تھے۔ آپؓ کی تیز رفتار فتوحات کے بغیر شاید یہ ممکن نہ ہوتا کہ اسلام اتنا پھیلتا جتنا آج وہ پھیلا ہوا ہے۔ مزید یہ کہ حضرت عمرؓ کے دور میں فتح کیے گئے علاقے اب تک عرب ہی ہیں۔ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سب سے اہم محرک تھے انہی کو بہت زیادہ ترقیات کا کریڈٹ جاتا ہے مگر حضرت عمرؓ کے کردار کو نظرانداز کرنا بھی بہت بڑی غلطی ہوگی۔ آپؓ کی فتوحات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر میں رہنے کی وجہ سے نتیجۃً خود بخود نہیں ہوئی تھیں کچھ وسعت تو مقدر تھی لیکن اس غیر معمولی حد تک نہیں جہاں تک عمرؓ کی شاندار قیادت میں ہوئی۔ پھر لکھتا ہے کہ شاید یہ حیرت کا موجب ہو کہ عمرؓ جو مغرب میں ایک نامعلوم شخصیت ہیں کو شارلیمن (Charlemagne) اور جولیس سیزر جیسی مشہور شخصیات سے بلند تر مرتبہ دیا جائے تاہم عمرؓ کے دور میں عربوں کی فتوحات شارلیمن اور جولیس سیزر کے مقابلے میں بلحاظ حجم اور وقت کے بہت زیادہ اہم ہیں۔

(The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History by Michael H. Hart pages 271 to 275 Golden Books centre Sdn. Bhd. 2008)

پھر ایک پروفیسر ہیں

فلپ۔ کے۔ ہٹی (Philip K. Hitti)

اپنی کتاب History of the Arabs میں لکھتے ہیں کہ سادہ، کفایت شعار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متحرک اور باصلاحیت جانشین عمرؓ جو کہ بلند قامت اور مضبوط جسامت والے اور سر پر کم بالوں والے تھے، آپؓ نے خلافت کے بعد کچھ وقت تک تجارت کے ذریعہ گزر بسر کی کوشش کی۔ آپؓ نے اپنی تمام عمر ایک بادیہ نشین شیخ کی طرح سادگی سے گزاری۔ درحقیقت عمر کو، جن کا نام مسلم روایات کے مطابق ابتدائے اسلام میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے عظیم تھا، مسلمان مؤرخین نے ان کے تقویٰ، انصاف اور سادگی کے لیے بطور مثال پیش کیا ہے اور خلیفہ کی شخصیت میں ہونے والی تمام خوبیوں کے طور پر پیش کیا ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ آپؓ کا بلند و بالا کردار تمام باضمیر جانشینوں کے لیے پیروی کا نمونہ بن گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ آپؓ کے پاس صرف ایک قمیص اور ایک چوغہ تھا اور دونوں پر پیوند واضح طور پر نظر آتے تھے۔ آپؓ کھجور کے پتوں کے بستر پر سو جاتے۔ آپؓ کو ایمان کی پختگی، انصاف کی بالا دستی، عربوں اور اسلام کے عروج اور سلامتی کے علاوہ کوئی اَور خیال نہ تھا۔

(History of The Arabs by Philip K. Hitti ,10th edition, page 175, London 1989)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ (بیان) ہوگا۔

اس وقت مَیں کچھ جنازوں کا،

مرحومین کا ذکر

کروں گا جس میں سے پہلا ذکر مکرمہ صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ کا ہے جو ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں 92 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نواسی اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو تھیں۔ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہیں۔ ان کے بیٹے طارق اکبر کہتے ہیں کہ امی ہمیشہ جماعت اور خلیفہ وقت کی وفادار رہیں۔ ہمیشہ کوشش ہوتی تھی کہ جماعت کی خدمت کریں اور اپنی وصیت کا حق ادا کریں۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا۔ ہر سال مرحومین کی طرف سے بھی چندہ ادا کرتی تھیں۔ غریبوں کی دل کھول کر اور خفیہ طور پر مدد کرتی تھیں۔ ملازمین کے بارے میں مجھے اکثر کہا کرتی تھیں کہ یہ تمہارے بہن بھائیوں کی طرح ہیں ان کا خیال رکھا کرو۔ رشتوں کو نبھانے کی کوشش کرتی تھیں اور کوشش کرتی تھیں کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ نمازوں کی پابند، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والی خاتون تھیں۔

ان کی بہو نعیمہ صاحبہ کہتی ہیں کہ جب امریکہ میں ہمارے گھر کی تعمیر مکمل ہوئی تو فرمانے لگیں کہ اس گھر میں سامان لانے سے پہلے اس گھر کے ہر کمرے اور گوشے میں نوافل ادا کرنا۔ پھر کہتی ہیں کہ میری والدہ کی وفات کے بعد مجھے کہنے لگیں کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ تم اب بن ماں کے ہو۔ میں تمہاری ماں ہوں اور واقعی ان کی محبت بھری اور دعاگو پیاری شخصیت نے مجھے اپنی بیٹیوں سے بڑھ کر محبت دی۔ پھر ہمیشہ یہ نصیحت کرتی تھیں کہ خلافت سے کبھی تعلق نہ توڑنا اور پھر مجھ سے جو ان کا رشتہ ہے، مختلف رشتے تھے کیونکہ یہ میری دادی کی دوسری والدہ سے بہن بھی تھیں اس لحاظ سے دادی بھی کہلاتی تھیں اور خالہ بھی بنتی تھیں۔ رشتہ میں پھوپھی بھی بنتی تھیں۔ لیکن کہتی ہیں کہ ان سب رشتوں کے باوجود میں بس خلیفہ وقت کی تابعدار ہوں اور یہ صرف باتیں ہی نہیں ہیں بلکہ واقعی انہوں نے اس تعلق کو جو خلافت کے ساتھ ان کا تعلق ہے اس کو وفا کے ساتھ نبھایا۔ کثرت سے صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں۔ تحریک جدید کا چندہ بزرگان اور اساتذہ بلکہ یہاں تک کہ قادیان کے ملازموں کی طرف سے بھی ادا کیا کرتی تھیں۔ ملازم کو جب کوئی رخصت ہوتا تو کافی دے دلا کر رخصت کرتیں اور پھر یہ بھی کہتیں کہ اگر کوئی غلطی ہو تو معاف کر دینا۔

ان کی ایک بیٹی شاہدہ کہتی ہیں چھوٹے ہوتے سے ہی امی نے ہمارا اللہ تعالیٰ سے اس طرح تعارف کروا دیا کہ کہا کرتی تھیں کہ جوتے کا تسمہ بھی چاہیے تو خدا تعالیٰ سے مانگو اور دعاؤں پر زور دو اور خلافت کے احترام کی طرف بہت تلقین کیا کرتی تھیں اور جب بھی انتخاب خلافت کا وقت آیا تو کہتی تھیں کہ جو بھی خلیفہ منتخب ہو کامل فرمانبرداری سے اس کی اطاعت کرنی ہے اور یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ یہ دعا کرو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سرسبز ٹہنی بنو، سوکھی ٹہنی نہ بن جانا اور کسی کے لیے ٹھوکر کا باعث نہ بننا۔

پھر ان کی بیٹی نصرت جہاں کہتی ہیں کہ ہمارے بچپن سے ہی تربیت کا پہلو ہمیشہ مدنظر رکھتیں۔ قرآن کریم پڑھ رہی ہوتیں تو کسی آیت پر رک جاتیں اور ہمیں اس کا مطلب سمجھاتیں یا کوئی اَور نصیحت کرتیں۔ اس حوالے سے ہمیشہ بزرگوں کا ذکر خیر کرتی رہتیں۔ بہت سے انمول اور نصیحت آموز قصے ان کو یاد تھے جو اکثر وہ دہراتی رہتی تھیں اور ہمیں بتاتی رہتی تھیں۔

صدر صاحبہ لجنہ ضلع لاہور فوزیہ شمیم صاحبہ جو حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی بھی ہیں وہ کہتی ہیں کہ غیر معمولی خاتون تھیں۔ جب بھی آپ کو چندے کی تحریک کی جاتی اور ان کو شرح صدر ہو جاتا تو دل کھول کر چندہ ادا کرتی تھیں۔ کبھی زبانی اور کبھی چٹ پر لکھ کر چندے کا وعدہ کر دیا کرتی تھیں اور بڑی رقم چندے کے لیے ادا کرتی تھیں اور ساتھ یہ کہتی تھیں کہ کہیں اس کا ذکر نہ ہو۔ بڑی سادہ خاتون تھیں۔ اپنے ذاتی معاملات میں بہت سادہ بلکہ بعض لوگ انہیں کنجوس سمجھتے تھے لیکن خود سادہ رہتی تھیں۔ صدقہ و خیرات میں بہت کھلا ہاتھ تھا۔ کہتی ہیں ایک دفعہ میں نے اپنے علاقے میں مساجد کے لیے تحریک کی اور ان سے ذکر کیا تو ایک بہت بڑی خطیر رقم قریباً ایک کروڑ روپے کی مجھے چندے کے لیے بھجوا دی۔

پھر ان کی نواسی راضیہ کہتی ہیں۔ بہت سی نیک باتیں اور ہدایتیں بچپن سے ہی ہمیں کیا کرتی تھیں۔ چھوٹی عمر سے ہی نیک نصیب ہونے کی دعا کرنے کی تلقین کرتی تھیں۔ نیک شوہر ملنے کے لیے دعا کے لیے تلقین کیا کرتی تھیں اور چھوٹی عمر میں شرم آتی تو کہتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شرم نہیں ہونی چاہیے اس سے کھل کر مانگو۔ دینی کتابیں باقاعدگی سے پڑھتیں اور اکثر گاڑی میں سفر کے دوران دعائیں اور دعائیہ شعروں کو پڑھتی رہا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو اور اگلی نسل کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر دوسرا ذکر مکرمہ کلارا آپا صاحبہ اہلیہ رولان ساسن بائیف صاحب سابق امیر جماعت قزاقستان کا ہے جو گذشتہ ماہ فوت ہو گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ عطاء الرب چیمہ صاحب قزاقستان کے مبلغ لکھتے ہیں کہ 94ء- 95ء میں انہوں نے بیعت کی توفیق پائی۔ قزاقستان کے ایک بہت معروف گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے شوہر محترم رولان ساسن بائیف صاحب جماعت قزاقستان کے پہلے امیر جماعت اور صدر جمہوریہ کے ایڈوائزر بھی رہ چکے ہیں اور قزاخ زبان کے معروف ادیب بھی ہیں۔ خود کلارا صاحبہ بھی بہت اچھی مترجم اور مصنفہ تھیں۔ قزاقستان میں جماعت کے قیام کا سہرا کلارا صاحبہ اور ان کے شوہر محترم رولان صاحب کے سر ہے۔ محترمہ کلارا صاحبہ نے قرآن کریم کا قزاخ زبان میں ترجمہ بھی کیا جو بہرحال شائع تو نہیں کیا جا سکا لیکن اس سے ان کی جماعت کے ساتھ محبت بہت عیاں تھی کہ کس طرح وہ احمدیت کو قزاقستان میں پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتی تھیں اور اس کے لیے حتی المقدور کوشش کرتی تھیں۔ مقامی ملاں لوگ مخالفت میں اس خاندان کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کا اظہار بھی ضرور کیا کرتے ہیں کہ یہ احمدی ہیں اور قزاقستان میں احمدیت کو لانے والے یہی لوگ ہیں۔ مرحومہ کلارا صاحبہ کی بیٹی مَرحَبا ساسین بائیوا لکھتی ہیں کہ وہ بہت اچھی مترجم تھیں۔ کثیر جہتی اور مضبوط شخصیت کی مالک تھیں۔ وہ بہت صاف اور چمکدار کردار کی حامل تھیں۔ 95ء میں لندن میں

قائم شدہ قزاقستان کے ثقافتی مرکز ہاؤس آف آبائے کے بانیوں میں سے ایک تھیں۔ لندن میں ہی انہوں نے کتاب قزاقستان تحریر کی اور اس وقت ہی وہ جماعت سے متعارف ہوئیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق پائی۔ وہ کہتی ہیں کہ وہ صرف بچوں کی والدہ ہی نہیں تھیں بلکہ ان تمام کے لیے بھی جو اُن کے پاس مدد یا مشاورت کے لیے آتے تھے والدہ کا درجہ رکھتی تھیں۔

نورم تائبیک صاحب کہتے ہیں کہ جماعت کے تمام نوجوان احمدیوں اور عموماً تمام جماعت احمدیہ قزاقستان کے لیے ماں کی جگہ تھیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال کے عرصہ میں کلارا صاحبہ کا وہ دور دیکھا ہے جس کے پہلے تین سالوں میں انتہائی جوش و جذبے کے ساتھ اور بعض اوقات ایک پہاڑ کی طرح جماعت کے دفاع اور جماعتی خدمت میں مصروف رہتی تھیں۔ عمر، بیماری اور دیگر امور اور کتابوں کی تیاری وغیرہ کی وجہ سے بعد میں ان کی مصروفیت ہوگئی لیکن دل سے ہمیشہ وہ اسی کوشش میں رہتی تھیں کہ جماعت کا زیادہ سے زیادہ کام کریں اور خلافت اور جماعت سے ہمیشہ مخلص رہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ رولان صاحب اور کلارا صاحبہ قزاقستان میں ایک لمبا عرصہ سے حب الوطنی اور ملک و قوم کے اعلیٰ ترین ترقی کا نشان سمجھے جاتے ہیں۔ رولان صاحب کی کامیابیوں کا بڑا حصہ کلارا صاحبہ کا مرہون منت ہے جو جماعت احمدیہ قزاقستان کے لیے صرف ایک متحرک صدر لجنہ ہی نہیں تھیں بلکہ تمام جماعت احمدیہ قزاقستان کے پہلے امیر کی استاد بھی تھیں۔ کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ کس طرح 96ء سے 99ء یا اس کے بعد تک بھی انہوں نے نہایت عمدہ طریق سے جماعت کے مشن ہاؤس میں لجنہ کی ہفتہ وار کلاس میں لجنہ کی حاضری کو یقینی بنایا جس میں لجنہ مربی صاحب سے مختلف سوال کرتی اور پھر انہیں ان سوالوں کے جواب بتائے جاتے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا کلارا صاحبہ سے بہتر مترجم نہیں ہوسکتا۔ کلارا صاحبہ تمام بزرگ احمدیوں میں سب سے بہترین احمدی تھیں جو جماعت کے نوجوان احمدیوں کے لیے روحانی تقویت کا ذریعہ تھیں۔ ان میں جماعتی اقدار یعنی حقیقی اسلام کی اصل روح قائم تھی۔ مشکل حالات میں بھی وہ کبھی ہمت نہ ہارتی تھیں بلکہ ہمیشہ خود بھی اور دوسروں کو بھی فتوحات کی طرف لے کر جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی کوششیں جو قزاقستان میں احمدیت کے بارے میں ہیں ان کو بھی پورا فرمائے اور ان کی دعاؤں کو بھی پورا فرمائے۔

اگلا ذکر ونگ کمانڈر عبدالرشید صاحب کا ہے جو گذشتہ مہینے فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے بیٹے فاروق کہتے ہیں کہ ان کے والد کا نام بابو شیخ عبدالعزیز تھا جو سیکرٹری مجلس کارپرداز رہے اور ان کے تایا خان صاحب فرزند علی خان صاحب تھے جنہیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کی تاریخ میں پہلا امیر جماعت لاہور مقرر کیا۔ آپ کے والد نے اپنی جوانی میں خود مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اپنے والد کے بارے میں کہتے ہیں کہ رشید صاحب اپنے والدین کی واحد اولاد تھے۔ رشید صاحب کے والد کی پہلے شادی ہوئی تھی پھر ان کے احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے بیوی اپنی دو بیٹیوں سمیت چھوڑ گئی پھر دوسری شادی ہوئی تو اس سے رشید صاحب پیدا ہوئے لیکن کہتے ہیں کہ والدین کے بہت تابعدار تھے۔ ہمیشہ خدمت کرتے اور تابعداری سے ان کی ہر بات مانتے۔ پارٹیشن تک والد صاحب نے قادیان میں ہی تعلیم حاصل کی۔ پھر کہتے ہیں پارٹیشن کے موقع پر آپ بھی دیگر قافلوں کے ہمراہ قادیان سے لاہور پہنچے اور پھر شروع کی چند فیملیوں کے ہمراہ اپنے والدین سمیت ربوہ جا کر آباد ہوگئے۔ 54ء کے لگ بھگ انہوں نے ایئر فورس میں کمیشن حاصل کیا اور مختلف ایئر بیسز (air bases) میں تعینات رہے۔ جہاں بھی رہے احمدیت کا خوب اظہار کرتے رہے۔ لیبیا میں بھی کچھ عرصہ ان کو ڈیپوٹیشن پہ پاکستانی حکومت کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ باوجود اس کے کہ ان کی فائل پہ لکھا ہوا تھا یہ قادیانی ہے، نہیں جا سکتا لیکن ان کے افسر نے ان کو پھر بھی بھیج دیا کہ تمہارے جیسا افسر مجھے اور کوئی نظر نہیں آرہا۔ کہتے ہیں کہ والد صاحب کہتے تھے کہ ایک دفعہ پاکستان کے لیبیا میں سفیر سے ملاقات تھی۔ جب آپ سفیر کے آفس میں داخل ہوئے تو ایک طرف عربی زبان میں جماعت کے خلاف کتابیں اور پمفلٹ رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے (رشید صاحب نے) بڑی جرأت سے سفیر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اور کیوں رکھے ہوئے ہیں؟ اس نے جواب دیا یہ سب کچھ لغویات ہیں۔ فکر نہ کرو۔ کہتے ہیں کہ یہ ضیاء الحق کی حکومت کی طرف سے چھپوا کر ہمیں بھجوایا گیا ہے کہ اپنے ملکوں میں تقسیم کریں اور تمام عرب ایمبیسیز کو یہ بھیجا گیا ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ 1982ء میں ان کی ایک رپورٹ پر جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سپین آئے ہوئے تھے تو وہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خود اپنے ہاتھ سے خط پہ لکھ کے ان کو امیر جماعت لیبیا مقرر کیا اور آپ لیبیا کے پہلے امیر جماعت تھے۔ نمازوں کی ادائیگی تو خیر ہے ہی کہ ایک مومن کا فرض ہے۔ تلاوت قرآن کریم اور چندہ جات کی ادائیگی میں بھی بہت باقاعدہ تھے۔ وفات سے پہلے ہی اپنا حصہ آمد ادا کر چکے تھے۔ وقفِ جدید، تحریک جدید کے چندے اپنی طرف سے بھی اور بزرگوں کی طرف سے بھی ادا کیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک واقعہ اپنے بیٹے کو بیان کیا۔ بیٹے نے لکھا ہے کہ ربوہ کے شروع دنوں میں کسی موقع پر خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو بلایا، گرمیوں کے دن تھے۔ کہتے ہیں جب اباجان کمرے میں داخل ہوئے تو حضور چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جب آپ اٹھے تو حضور کے بدن پر چٹائی کے نشان موجود تھے۔ ان باتوں کی وجہ سے کہتے ہیں ہم بچوں کے دل میں بھی خلافت سے محبت اور اطاعت کا بڑا تعلق پیدا ہوا اور بہت اثر ہوا۔

1984ء میں ایئر فورس سے سکواڈرن لیڈر کے عہدے سے، رینک سے ریٹائر ہوئے۔ پھر ربوہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور صدر عمومی اور قضا کے دفتر میں کچھ عرصہ کام کیا۔ غریب پرور انسان تھے اور ہر ایک کی ضرورتوں کا خیال رکھا کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ انہوں نے جاتے ہوئے آخری وصیت بھی یہی کی کہ غریبوں کا خیال رکھنا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ کریم احمد نعیم صاحب امریکہ کا ہے۔ ان کی وفات بھی گذشتہ مہینے ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ کی چھوٹی بہو تھیں۔ مرحومہ خلافت کی شیدائی، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں پسماندگان میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے منعم نعیم صاحب ہیومینٹی فرسٹ یوایس اے کے چیئرمین ہیں اور ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب کی یہ ساس تھیں۔ ان کی بیٹی امۃ الشافی اہلیہ ڈاکٹر منان صدیقی صاحب لکھتی ہیں کہ ہر کسی سے پیار اور محبت کا سلوک کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ان کے لیے دعائیں کیا کرتی تھیں۔ مخلص مشورہ دیا کرتی تھیں۔ غریبوں کی مدد کیا کرتی تھیں۔ قریب اور دور کے تمام رشتہ داروں سے محبت کا سلوک کرنا ان کا خاص وصف تھا۔ جوانی کی عمر سے تہجد گزار تھیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزاری۔ جمعہ کے دن خاص عبادت میں گزارتے ہوئے انہیں ہم نے اپنے بچپن سے دیکھا۔ اپنا چندہ بروقت ادا کرنے کی فکر رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ بچوں کو بھی نیکیاں کرنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر حفیظ احمد محسن صاحب کا ہے جو گذشتہ دنوں میں فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کا ان کو خاص شوق تھا اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتب کا مطالعہ کیا ہوا تھا۔ ربوہ میں دینی خدمت کا بھی موقع ملا۔ وقت کے بے حد پابند تھے۔ مہمان نواز، بچوں پہ شفقت کرنے والے، انتہائی سادہ مزاج اور محنتی انسان تھے۔ زبان پر ہر وقت ذکرِ الٰہی کا وِرد رہتا۔ ہمدردی خلق میں بہت نمایاں تھے۔ خود کو تکلیف میں ڈال کر بھی دوسروں کو سکون مہیا کیا کرتے تھے۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے، ان کے داماد کاشف حمید باجوہ یہاں ہمارے پی ایس دفتر میں اس وقت مربی کے طور پہ کام کر رہے ہیں۔ ان کی بیٹی امۃ القدوس کہتی ہیں عاجزی اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ لباس سادہ، گھر سادہ، خوراک سادہ، تفاخر سے ہمیشہ بھاگتے تھے۔ انہیں ہمیشہ غریبوں کی مدد کا خیال رہتا تھا۔ باوجود وسائل کے اپنے اوپر کم خرچ کرتے تھے اور غریبوں پر زیادہ خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

☆...☆...☆

(الفضل انٹرنیشنل 12 نومبر 2021ء)

ڈاکٹر محمد احمد اشرف

ڈینگی بخار سے متعلق اہم معلومات اور بچاؤ کی احتیاطی تدابیر

تعارف

ڈینگی بخار ایک مخصوص قسم کے مچھر کے کاٹنے سے منتقل ہونے والے وائرس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حالیہ برسوں میں ڈینگی بخار ملکی اور بین الاقوامی سطح پر صحت عامہ کا ایک بہت سنگین مسئلہ بن گیا ہے۔ عام طور پر یہ بیماری خطِ سرطان (گرم) یا نیم گرم علاقوں میں واقع شہروں اور دیہاتوں میں پائی جاتی ہے۔ ایک سروے کے مطابق ڈینگی اور کورونا کی ملتی جلتی علامات مرض کی تشخیص (پہچان) اور علاج میں مشکلات پیدا کر رہی ہیں۔

گزشتہ دو دہائیوں کے دوران W.H.O. (World Health Organization) کو رپورٹ ہونے والے ڈینگی کے کیسز کی تعداد میں 8 گنا اضافہ ہوا ہے۔ جبکہ سال 2000ء میں 430 سے 505 کیسز تھے۔ 2010ء میں 2.4 ملین سے زیادہ اور 2019ء میں 5.2 ملین تک پہنچ گئے۔ سال 2000ء اور 2015ء کے درمیان رپورٹ شدہ اموات 960 سے بڑھ کر 4032 ہوگئیں۔

ڈینگی کی تقسیم اور پھیلاؤ

1970ء سے پہلے صرف 9 ممالک کو ڈینگی کی شدید وبا کا سامنا تھا۔ اب یہ بیماری ڈبلیو ایچ او (W.H.O.) کے افریقہ، امریکہ، مشرقی بحیرہ روم، جنوب مشرقی ایشیا اور مغربی بحرالکاہل کے 100 سے زائد ممالک میں پھیل چکی ہے۔ امریکہ، جنوب مشرقی ایشیا اور مغربی بحرالکاہل کے علاقے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ یورپ سمیت نئے علاقوں میں بیماری کے پھیلنے سے نہ صرف کیسز کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے بلکہ یہ وبا پھیلتی جا رہی ہے۔۔ 2010ء میں پہلی بار فرانس اور کروشیا میں مقامی ٹرانسمیشن کی اطلاع ملی اور 3 دیگر یورپی ممالک میں درآمدی کیسز کا پتہ چلا۔ 2012ء میں پرتگال کے مادیرا جزائر پر ڈینگی کی وبا پھیلنے کے نتیجے میں 2000ء سے زیادہ کیسز سامنے آئے اور پرتگال اور یورپ کے 10 دیگر ممالک میں درآمدی کیسز کا پتہ چلا۔ 2020ء میں ڈینگی نے کئی ممالک کو متاثر کیا۔ جس میں بنگلہ دیش، برازیل، کوک آئی لینڈ، ایکواڈور، انڈیا، انڈونیشیا، مالدیپ، موریطانیہ، مایوٹے (Fr)، نیپال، سنگاپور، سری لنکا، سوڈان، تھائی لینڈ وغیرہ میں کیسز کی تعداد میں اضافہ ہوا۔

رواں سالوں میں جبکہ COVID-19 کی وبائی بیماری ساری دنیا پر گہرے اثرات مرتب کر رہی ہے۔ ڈبلیو ایچ او (W.H.O.) نے اس اہم مدت کے دوران ویکٹر یعنی مختلف حشرات کے واسطہ سے پیدا ہونے والی بیماریوں جیسے ڈینگی اور دیگر Arboviral (آرتھروپوڈا کے ذریعے پھیلنے والا وائرس) بیماریوں کی روک تھام، ان کا پتہ لگانے اور ان کے علاج کے لیے کوششوں کو جاری رکھنے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ COVID-19 اور ڈینگی کی وبا کے مشترکہ اثرات خطرے میں پڑنے والی آبادیوں کے لیے ممکنہ طور پر تباہ کن نتائج کا باعث بن سکتے ہیں۔

ڈینگی کیسے پھیلتا ہے؟

ڈینگی پھیلانے والا مچھر ایڈیز ایجپٹی (Aedes Aegypti) ہے۔

ماہرین کے مطابق یہ مچھر 10 سے 40 ڈگری سینٹی گریڈ کے درجۂ حرارت میں پرورش پاتا ہے اور اس سے کم یا زیادہ درجۂ حرارت میں مر جاتا ہے۔

ایڈیز (Aedes) مادہ مچھر کے کاٹنے سے ڈینگی کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ نر سے ملاپ کے بعد مادہ مچھر کو انڈے دینے کے لیے پروٹین کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ یہ پروٹین حاصل کرنے کے لیے انسانی خون چوستی ہے۔ جس سے ڈینگی کا وائرس انسان میں سرایت کر جاتا ہے۔ ایسے شخص کو اگر دوسرا عام مچھر بھی کاٹ لے تو وہ عام مچھر بھی دوسرے انسانوں کو ڈینگی پھیلانے کا باعث بن سکتا ہے۔

ایڈیز ایجپٹی (Aedes Aegypti) مچھر کے انڈوں اور لاروے کی پرورش صاف اور ساکت پانی میں ہوتی ہے اور عموماً گھروں میں اس طرح کا ماحول انہیں میسر آجاتا ہے۔

ڈینگی بخار کی علامات

اس مرض کی علامات میں تیز بخار کے ساتھ جسم درد خصوصاً کمر، ٹانگوں اور جوڑوں میں درد، آنکھوں کے پیچھے درد، شدید سر درد اور کمزوری کا احساس شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مریض کو متلی اور قے کی شکایت ہوتی ہے۔ بیماری کی شدید صورت میں جسم پر سرخ نشان پڑ جاتے ہیں اور مسوڑھوں یا ناک سے خون بھی آ سکتا ہے۔ بخار کے دوران ڈینگی کے مریض پر غنودگی طاری ہو سکتی ہے اور ساتھ ہی اسے سانس لینے میں دشواری کا سامنا بھی ہو سکتا ہے۔

- بخار عموماً 2 سے 7 دن تک جاری رہتا ہے اور درجہ حرارت 104F سے 106F تک جا سکتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مریض کے ناک، مسوڑھوں یا کسی اور حصے سے خون بہنا شروع ہو سکتا ہے۔ تاہم اکثر صورتوں میں بخار کے کم ہوتے ہی تمام علامات بتدریج ختم ہونا شروع ہو جاتی ہیں لیکن شدید حملے کی صورت میں مریض کی حالت بخار کے چند دن بعد ہی انتہائی خراب ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بلڈ پریشر گر جاتا ہے اور مریض Shock کی حالت میں جا سکتا ہے اور 12 سے 24 گھنٹے کے اندر اندر اس کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ ایسے مریض کی جان فوراً اور مناسب طبی امداد ملنے کی صورت میں بچائی جا سکتی ہے۔
- ماہرین کے مطابق ملیریا، ڈینگی اور کووڈ کی علامات مشترکہ ہو سکتی ہیں جس کے باعث مرض کی تشخیص اور علاج دونوں میں مشکل پیش آ سکتی ہے۔ بخار، اسہال، قے، سر درد اور جوڑوں میں درد ان بیماریوں کی علامات میں شامل ہیں تاہم کھانسی، ذائقہ اور کسی چیز کی خوشبو یا بدبو سے محرومی اور گلے میں درد جیسی اضافی علامات کورونا کی تشخیص کا باعث بن سکتی ہیں۔ جب کہ ڈینگی کی عام علامات میں اچانک تیز بخار، قے، متلی، جسم میں شدید درد، پلیٹلیٹس (Platelets) میں کمی اور جلد پر سرخ دھبے/دانے وغیرہ شامل ہیں۔

ڈینگی، ملیریا اور کورونا کی علامات میں فرق کیسے کیا جائے؟

- ڈینگی کی عام علامات میں اچانک تیز بخار، قے، متلی، جسم میں شدید درد، پلیٹلیٹس (Platelets) میں کمی اور جلد پر سرخ دھبے/دانے وغیرہ شامل ہیں۔
- ملیریا کی علامات میں بخار میں کپکپی طاری ہونا، سردی لگنا، سر درد اور قے شامل ہے اور پسینہ آنا، نیز تھکاوٹ بھی ملیریا کی علامات ہیں۔
- کورونا کی علامات میں بخار، خشک کھانسی، تھکاوٹ کے ساتھ درد، سر درد کے ساتھ گلے میں درد، اسہال، سانس لینے میں دشواری جیسی علامات شامل ہیں۔
- طبی ماہرین کے مطابق اگر کسی شخص کا بخار 2 سے 3 دن کے دوران بھی کم نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے معالج سے فوری رابطہ کرے۔

ڈینگی کی تصدیق کیسے ہو؟

ڈینگی بخار کی نشاندہی ایف بی سی فار ڈینگی (FBC for Dengue) سے اور بخار کے ابتدائی چار دنوں میں تصدیق این ایس ون اینٹی جن ٹیسٹ (NS1 Antigen Test) یا ڈینگی وائرس پی سی آر ٹیسٹ (Dengue Virus PCR Test) نامی خون کے تجزیوں سے ہوتی ہے۔ سرکاری ہسپتال عموماً این ایس ون ٹیسٹ (NS-1) کرتے ہیں۔ جبکہ پی سی آر ٹیسٹ مہنگا ہونے کی وجہ سے عام طور پر نہیں کیا جاتا۔ بخار کے ابتدائی چار روز بعد عام طور پر IgM اور IgG بلڈ ٹیسٹ کروایا جاتا ہے۔

ڈینگی ہو جائے تو کیا کیا جائے؟

1. ڈینگی کے مریض کو جتنی جلد ممکن ہو مچھر دانی یا جالی لگا ہوا بستر مہیا کرنا چاہیے جس پر اُسے زیادہ سے زیادہ آرام کرنا چاہیے۔
2. مریض کو پانی وافر مقدار میں استعمال کروایا جائے۔ پانی کے علاوہ پھلوں کے جوس، اوآر ایس وغیرہ پی سکتے ہیں۔ تاہم عام مشروبات کوک، پیپسی وغیرہ کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے۔

3. مریض کا علاج ڈاکٹر کے مشورہ سے کیا جانا چاہیے۔

4. مریض کا ٹمپریچر 102F سے کم رکھیں۔ اس کے لئے مریض کو صرف پیراسٹامول دی جائے۔ مگر ایک بالغ آدمی 02 گولیاں 24 گھنٹے میں 4 مرتبہ سے زیادہ نہ لے۔ خون پتلا کرنے والی ادویات اسپرین، بروفن اور بخار کو کم کرنے والی ایسی دیگر ادویات کے استعمال سے اجتناب کریں۔

5. مریض کو ایف بی سی (FBC) ٹیسٹ دہرائے جانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس کو کتنی مرتبہ دہرانا ہے۔ اس بات کا تعین مریض کے خون کے پہلے ٹیسٹ کے بعد خون میں سفید خلیوں یعنی وائٹ بلڈ سیلز (White Blood Cells)، پلیٹلیٹس (Platelets) اور ہیماٹوکرٹ (Hematocrit) کی مقدار سے کیا جاتا ہے۔ ان ٹیسٹوں کو دہرانے سے آغاز میں سیٹ کیے گئے لیولز کے حساب سے آپ کا معالج علاج کا تعین کرے گا۔

6. ڈینگی کا مریض مچھر بھگاؤ لوشن ضرور استعمال کرے۔ تا کہ مچھر اسے نہ کاٹ سکے اور ڈینگی کے مرض کا پھیلاؤ محدود رہے۔

7۔ ہومیو پیتھک ادویات:

درج ذیل ادویات بھی بطور علاج مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔

1. Aconite+ Arsenic Alb 200
2. Typhoidinum + Pyrogenium 200

} باری باری ہفتہ میں ایک بار (3دن کے وقفہ سے)

3. Bryonia + Rhus tox+ Ipecac+ China+ Eupatorium 30 — ملا کر دن میں 2 بار صبح اور شام
4. Echinacea-Q — کھانے کے بعد 10 قطرے چند گھونٹ پانی ملا کر دن میں 2 بار صبح اور شام

8۔ اگر دوران علاج مریض کو مندرجہ ذیل علامات میں سے کوئی بھی علامت ظاہر ہو تو فوراً ڈاکٹر سے رجوع کریں۔ تیز بخار ہونا، جسم میں شدید درد، بھوک نہ لگنا، آنکھوں کے پیچھے شدید درد ہونا، پانچویں یا ساتویں دن جلد پر خارش، بخار ختم ہونے کے بعد سرخ دھبوں کا نمودار ہونا، ناک یا مسوڑھوں سے خون آنا، بار بار الٹی آنا، کالا پاخانہ آنا، غنودگی کا شکار ہونا، لگاتار کراہنا، پیٹ میں درد ہونا، بہت زیادہ پیاس لگنا (منہ خشک ہونا)، رنگت پیلی ہوجانا، سانس میں دشواری ہونا۔

ڈینگی سے کیسے بچا جائے؟

1۔ مچھروں کے کاٹنے سے محفوظ رہیں

- ڈینگی بخار کا مچھر عموماً دن میں کاٹتا ہے اور عام طور پر طلوع آفتاب یا غروب آفتاب کے وقت زیادہ نمودار ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو ان کے کاٹنے سے بچائیں۔
- پوری آستین اور لمبی شلوار یا پینٹ پہنیں جو ٹخنوں کو ڈھانپ سکے۔
- مچھر بھگانے کے تمام دیگر طریقے مثلاً سلگنے والی کوائل، میٹ، سپرے، مچھر بھگاؤ تیل اور لوشن وغیرہ استعمال کریں۔
- مچھر دانی کا استعمال خاص کر متاثرہ افراد اور وہ تمام افراد جنہیں دن میں آرام کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً بچے، حاملہ خواتین اور عمر رسیدہ افراد کے لئے ضروری ہے۔

2۔ مچھروں کی افزائش کی روک تھام

- مچھر عام طور پر کھڑے پانی اور گھروں کے گرد کچرے کے ڈھیروں میں افزائش پاتے ہیں۔ لہٰذا اپنے گھروں کے اندر یا باہر پانی کو کھڑا/جمع نہ ہونے دیں اس طرح کچرے کو بھی باقاعدگی سے اٹھواتے رہیں۔
- روم کولر وغیرہ سے پانی خارج کر دیں۔ اسی طرح پانی کی بالٹی، ڈرم، ٹینکی اور دوسرے برتنوں کو ہمیشہ ڈھانپ کر رکھیں۔
- تلف شدہ اشیاء یا برتن جن میں پانی ٹھہرنے کا خدشہ ہو مثلاً پانی کی استعمال شدہ بوتلیں، پلاسٹک، بیگ، ٹین، ٹائرز وغیرہ کو اکٹھا کر کے مناسب طریق سے ٹھکانے لگا دیں۔
- ایئر کنڈیشنر سے خارج ہونے والے پانی کی نکاسی کا مناسب بندوبست کیا جائے۔
- بارش کا پانی کسی بھی جگہ زیادہ وقت کے لئے جمع نہ ہونے دیا جائے۔
- ہفتے میں 2 سے 3 بار گھر، دفاتر اور دکانوں میں صفائی کر کے مچھر مار سپرے کروایا جائے۔ خصوصی طور پر کونوں کھدروں اور فرنیچر کے نیچے سپرے لازمی کروایا جائے۔ گھر کے پردوں کو بھی مچھر مار ادویات سے سپرے کریں اور سپرے کے بعد دروازے ایک گھنٹے کے لئے بند رکھیں۔
- گھر میں جڑی بوٹی ''حرمل'' کی دھونی دینے سے ہر قسم کے کیڑے مکوڑے اور مچھر وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔

3۔ ہومیو پیتھک ادویات بطور حفظ ماتقدم

- ہفتہ میں ایک بار Dengue Fever-200
- ملا کر دن میں ایک بار Bryonia+Rhustox+Ipecac+ China+ Eupatorium 30

ڈینگی کے بارے میں کچھ مفروضے اور حقائق

ڈینگی ایک متعدی مرض ہے؟

یہ بات صرف مفروضہ ہے کیونکہ ڈینگی مچھروں کے ذریعے ہی پھیلتا ہے یہ کسی فرد سے براہِ راست نہیں لگ سکتا۔

تاہم اگر کوئی عام مچھر کسی ڈینگی کے مریض کو کاٹے تو اس میں بھی ڈینگی وائرس منتقل ہو جاتا ہے اور یہ مچھر ایک ڈینگی مچھر جتنا ہی موذی ثابت ہوسکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ڈینگی کے مریضوں کو خاص طور پر مچھر دانیوں میں رکھا جاتا ہے۔

پلیٹ لیٹس (Platelets) میں کمی کا مطلب ڈینگی ہے؟

یہ بات صرف مفروضہ ہے۔ اس حوالے سے یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ متعدد عارضے ہیں جو اسی قسم کی تصویر پیش کرتے ہیں۔

تاہم کیونکہ ڈینگی بخار ہمارے ہاں وبا کی شکل اختیار کر گیا ہے، اس لیے پلیٹ لیٹس میں کمی کے حوالے سے ایک حد تک شک کرنا صحیح ہے۔

پلیٹ لیٹس کی مقدار کم ہونے کے باوجود زیادہ تر مریضوں میں اس کی ٹرانسفیوژن یعنی انہیں مصنوعی طور پر پلیٹ لیٹس نہیں دی جاتیں۔ ٹرانسفیوژن صرف مندرجہ ذیل صورتوں میں دی جاتی ہے:

1. جب ان کی تعداد 10 ہزار سے کم ہو جائے
2. جب پلیٹ لیٹس کی تعداد 10 سے 20 ہزار کے درمیان ہو اور جسم کے کسی حصے سے خون آنے لگے۔
3. جسم کے کسی بھی حصہ سے بہت زیادہ خون آنے لگے چاہے پلیٹ لیٹس کی مقدار جتنی بھی ہو۔

ڈینگی زندگی میں صرف ایک بار ہوتا ہے؟

نہیں، یہ غلط ہے۔ ڈینگی وائرس کی چار مختلف اقسام ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اگر کسی کو ایک قسم کا ڈینگی وائرس حملہ آور ہوا ہے تو اس بات کا امکان کم ہو گا کہ وہ شخص دوبارہ اسی قسم کے وائرس کا شکار ہو۔ تاہم ساتھ ہی ڈینگی وائرس کی کسی دوسری اور زیادہ خطرناک قسم کا شکار ہونے کے امکانات بھی بڑھ جاتے ہیں۔

ڈینگی پر قابو پانے کے طریقے

- اس بیماری پر قابو پانے کے لئے ڈینگی بخار میں مبتلا کرنے والے مچھروں کا خاتمہ ضروری ہے۔ ماہرین کے مطابق عام طور پر لوگوں کی توجہ صرف گندے پانی کی جانب جاتی ہے۔ لیکن صاف پانی بھی اس مرض کو پھیلانے کا سبب بن سکتا ہے۔
- ان مچھروں کی افزائش زیادہ تر گھروں میں پانی جمع کر کے رکھنے والے برتنوں مثلاً پانی کے مٹکوں، پودوں کے گملوں، پانی کی ٹینکیوں، واٹر کولر، ٹین کے کنستر، استعمال شدہ ٹائر اور وہ تمام کنٹینرز جہاں بارش کا پانی جمع ہو جائے وہاں تیزی سے ہوتی ہے۔
- ان مچھروں کی افزائش کو روکنے کے لئے ماحولیاتی آلودگی ختم کرنے کے طریقے اپنانے ہوں گے مثلاً گھریلو کچرے کا مناسب بندوبست، جمع شدہ صاف پانی کو مچھروں سے بچانا یعنی تمام پانی کی ٹینکیوں، گھڑوں اور دوسرے برتنوں کو ہمیشہ ڈھانپ کر رکھنا۔ نیز مچھر مار دواؤں کا چھڑکاؤ خاص کر جہاں ڈینگی بخار کا وائرس پھیلانے والا مچھر افزائش پا سکتا ہے۔ خصوصاً گھروں کے اندر تاریک اور ٹھنڈی جگہیں جہاں مچھر کاٹنے کے بعد آرام کرتا ہے۔
- مچھر دانیوں کا استعمال بھی ان سے بچاؤ کا ایک مؤثر طریقہ ہے۔ ڈینگی بخار کے مریض کو تو لازماً مچھر دانی کے اندر رکھا جائے۔
- یہ بہت ضروری ہے کہ ان انفرادی احتیاطوں کے ساتھ ساتھ گلی محلوں میں فضائی سپرے بھی کیا جاتا رہے۔
- صفائی کو قائم رکھ کر اگر مچھروں کی افزائش کا ماحول ہی ختم کر دیا جائے تو اس مرض کا خاتمہ ممکن ہے اور اکثر ترقی یافتہ ممالک نے اسی طرح اس مرض پر قابو پایا ہے۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اعلان نکاح

حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 6 نومبر 2021ء بعد نماز ظہر وعصر کو مسجد مبارک اسلام آباد، یوکے میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرما کر ان کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی۔

٭عزیزہ سیدہ یمنیٰ خلود بنت مکرم سید خالد احمد صاحب
ہمراہ عزیزم منصور احمد ڈاہری ابن مکرم فاتح احمد ڈاہری صاحب (وکیل تعمیل و تنفیذ اسلام آباد، برطانیہ)

٭عزیزہ بارعہ طاہر (واقفۂ نو) بنت مکرم طاہر محمود مبشر صاحب (استاد جامعہ احمدیہ یوکے)
ہمراہ عزیزم محمد عمران بشارت (فارغ التحصیل جامعہ احمدیہ جرمنی) ابن مکرم محمد انیس بشارت صاحب

٭عزیزہ امۃ الوکیل ماہا چیمہ (واقفۂ نو) بنت مکرم مظہر احمد چیمہ صاحب (کارکن الفضل انٹرنیشنل لندن)
ہمراہ عزیزم راجہ ظہیر احمد (واقفِ نو) ابن مکرم راجہ رشید احمد صاحب

٭عزیزہ خولہ شانزہ بنت مکرم انیس احمد صاحب
ہمراہ عزیزم جہانزیب احمد چٹھہ (واقفِ نو) ابن مکرم سعید احمد چٹھہ صاحب (بریمپٹن۔کینیڈا)

اللہ تعالیٰ ان نکاحوں کو تمام فریقوں کے لئے مبارک کرے۔ ادارہ الفضل کی طرف سے مبارکباد پیش ہے۔

آج کی دعا

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۲﴾

(البقرۃ:202)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی حَسَنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حَسَنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

یہ قرآن مجید کی دنیا وآخرت کی حسنات (خیر وبرکت اور بھلائی) کی پیاری دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے متعدد بار اس دعا کی طرف تحریک فرمائی ہے۔ آپ (اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَکُنْ مَعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا) فرماتے ہیں:

پھر دنیا وآخرت کی حسنات کے لئے ایک دعا سکھائی کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ:202) کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی حسنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حسنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی کثرت سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے اور صحابہ کو بھی فرمایا کرتے تھے کہ صرف آخرت کی حسنات نہ مانگو بلکہ دنیا کی حسنات بھی مانگو۔

(خطبہ جمعہ 29 ستمبر 2006ء بحوالہ خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 499)

مرسلہ: مریم رحمٰن

چھوٹی مگر سبق آموز بات

خطبہ جمعہ ایک روحانی مائدہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ لوگ ہر جمعہ کو نشر ہونے والا خطبہ جمعہ باقاعدگی سے سنیں۔ اور دیگر ایسے پروگرامز بھی دیکھیں جن میں میری شمولیت ہوتی ہے جیسا کہ غیر مسلموں سے خطابات ہیں، جلسہ پر کی جانے والی میری تقریریں ہیں یا دیگر مجالس وغیرہ۔ ان پروگرامز کو دیکھنا ان شاءاللہ آپ لوگوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا اور اسی مقصد سے آپ لوگوں کو یہ پروگرامز دیکھنے چاہئیں۔‘‘

(اردو ترجمہ از اختتامی خطاب مجلس شوریٰ یوکے 16/ جون 2013ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن)

(کتاب سوشل میڈیا صفحہ 116)

مرسلہ: بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

15 نومبر 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	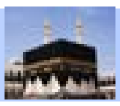	05:12	17:39
مدینہ منورہ	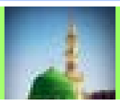	05:17	17:35
قادیان	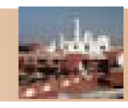	05:32	17:29
ربوہ	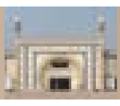	05:12	17:09
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:51	16:14